لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ

# خرقۂ امجد

## سی پیوند

مُصَنّفہ

سیّد احمد حسین امجد حیدرآبادی

مطبوعہ عماد پریس حیدرآباد دکن

بار دوم

شعبان المعظم سنہ ۱۳۶۴

بسم اللہ توکلت علی اللہ

خلّاق عالم کی عجیب حیرت خیز حکمت ہے، ہر چیز میں دو متضاد کیفیتیں ودیعت کی گئی ہیں، آدمی زادہ ہی طرفہ معجون نہیں، بلکہ ہر شئے اصلاح و خرابی، نور و ظلمت، موت و حیات، خوف و رجا، خیر و شر، لطافت و کثافت، روح و مادیت، عیب و ہنر، نقص و کمال جلال و جمال کا مجموعہ ہے۔
لیکن افسوس تو یہ ہے کہ سطحی نگاہیں سطح سے آگے متجاوز نہیں ہوتیں اور عیب جو نظریں عیب ہی میں اُلجھ کر رہ جاتی ہیں،

رباعی

یاں جو آتا ہے بے ہنر آتا ہی
ہر فرد بشر ہمرہ شر آتا ہے
میری آنکھوں کی تنگ چشمی دیکھو
صورت میں فقط خال نظر آتا ہے

---

بخوں آلودہ دست و تیغ غازی ماندہ بے تحسیں
تو اول زیب اسپ و زینت برگستواں بینی

کائنات کا ہر ذرہ ذو معنین ہے۔

چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

شاعری، موسیقی، مصوری، فنونِ لطیفہ ضرور ہیں، مگر نا اہلوں نے کثیف سے بھی کثیف تر بنا دیا ہے۔ مجھ سا بے شعور بھی شعر کہتا ہے ہر لڑکا گلیوں میں گاتا پھرتا ہے۔ مکتب کے بچے بھی تصویر بناتے ہیں، وزن کے اعتبار سے شعر، لحن کے اعتبار سے راگ، آنکھ ناک کے اعتبار سے تصویر تو ضرور ہے لیکن کوئی صاحبِ فن کیا اِن کو فنونِ لطیفہ میں شمار کر سکتا ہے۔

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند حافظ
نہ ہر کہ طرفِ کلہ کج نہاد و تند نشست کلاہ داری و آئینِ سروری داند
ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجا ست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

شعر ہو یا راگ، جب تک سامع کو بے خود نہ کر دے، بارد فطرت میں حرارت نہ پیدا کر دے، قدیم کافر کو مسلمان نہ بنا دے

کثیف مادے میں لطیف روح نہ پھونک دے۔ فنونِ لطیفہ میں شمار نہیں کئے جا سکتے ہر شعر ایک مکمل راگ یا تصویر ہوتا ہے جسطرح تصویر میں مصور کو ہر عضو اپنی اپنی جگہ خوبی اور موزونیت کے ساتھ بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسی طرح شاعر کو بھی ہر لفظ اپنے اپنے مقام پر بغیر کسی تعقید کے رکھنا پڑتا ہے۔ اس ترتیب کے قطع نظر، تناسب اور توازن بھی ضروری اور لازمی چیز ہے۔

اگر ناک کی جگہ ناک تو بنائی جائے مگر اصل صورت کے اعتبار سے بڑی یا چھوٹی کر دیجائے تو تعداد اجزا کے اعتبار سے تصویر مکمل تو ہوگی۔ مگر مضحکہ خیز۔ اسی طرح موزوں نظم بھی اپنی بدنظمی، اور غیر مناسب، اور ثقیل الفاظ، اور دور از فہم استعارات اور تلمیحات کی وجہ سے شعر گفتن چہ ضرور بود، کا مصداق ہو جاتی ہے۔

جب تک اصل فطرت فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ

اظہار ما فی الضمیر پر مجبور نہ کرے اور ذوقِ طبیعت متقاضی نہ ہو

قافیہ ردیف کے بل پر شعر کہنا، نقالی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

ہماری شاعری کیا شاعری کی نقل کرتے ہیں۔

شاعری نہ ضروریاتِ زندگی میں داخل ہے، نہ واجباتِ دینی میں

اس کے پیچھے وقت خراب کرنا اور، فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ کا مصداق

بننا وقت کی قدر کرنے والوں کے لئے تو مناسب نہیں ہے

حدیث شریف میں ہے :۔

اشعار سے پیٹ بھرنے کی بہ نسبت پیپ سے پیٹ بھرنا

اچھا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ اشعار سے، مخربِ اخلاق

لغو، اور لاحاصل اشعار مراد ہیں۔ نظم ہو یا نثر، تقریر ہو یا تحریر،

اُس کا کچھ نہ کچھ حاصل ہونا چاہیے، دینی یا دنیوی خود اپنے لئے

یا غیر کے لئے جس نظم و نثر میں اس امر کا لحاظ نہ ہو اور محض قافیہ پیمائی

اور خامہ فرسائی کیجائے۔ بازیچہ اطفال ہے۔ جس کی تعبیر مشق ابتدائی سے کیجا سکتی ہے کہ لکھا اور مٹا دیا۔

الف۔ بعض شعر تو ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں محض موزونیت کے سوا کوئی اور بات ہی نہیں ہوتی۔ جس کو لوگ واقعہ نگاری سمجھتے ہیں ؎

دندان تو جملہ در دہانند　　چشمان تو زیر ابروانند

ب۔ بعض اشعار میں محض جدت طرازی اور لغو مبالغے ہوتے ہیں لیکن نتیجہ کچھ نہیں۔

ج۔ بعض اشعار مضمون کے اعتبار سے اچھے تو ہوتے ہیں مگر الفاظ کا لباس معانی کے جسم پر بہت تنگ اُترتا ہے۔ خواہ مخواہ معنی پیدا کرنیکے لئے جبری تاویلیں کرنی پڑتی ہیں پھر بھی تعین کے ساتھ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کا صحیح مضمون کیا ہے اور شاعر کا مافی الضمیر کیا؟

د۔ بعض اشعار میں محض لفظی رُعب اور ظاہری نمائش ہوتی ہے اور سطوتِ الفاظ خواہ مخواہ سادہ فطرت کو مرعوب بنا دیتی ہے۔ لیکن معنوی پہلو دیوار قہقہہ یا شاخ زعفران کا اثر پیدا کرتا ہے

کہ خوانِ عنکبوت آسا سراپردہ زدہ بیروں

دروں ویرانہ و برخواں مگس بینند بریانش

بعض لطافت لفظی کے قائل ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ شاعری صرف موزونیت اور صحیح قوافی اور ردیف کے استعمال کا نام ہے۔ ایطا نہ ہو، اکفا نہ ہو۔ وزن بحر درست ہو بس، شعر پورا ہو گیا، اور اسی کا نام لطافت ہے۔

لیکن اکثر طبقہ لطافت معنوی کی طرف مائل ہے۔ بلند معانی کی موزونیت میں لفظی اصول کی چنداں پروا نہیں کی جاتی؟ عیوب قافیہ کا خیال، بلند خیال کا قافیہ تنگ نہیں کر سکتا۔

کہ گورِ کشتگاں باشد بخوں اندودہ بیروں سو
ولیکن اندروں باشد بمشک آلودہ رضوانش

نہ چوں ماہی درون سو صفر بیرون از درم گنجش  کہ بیروں چوں صدف عور و درون سو از گہر کانش

اس کا تصفیہ کہ صورت اصل جوہر ہے یا سیرت، صاحبان بصیرت سے مخفی نہیں ہے ؎

بچشم و گوش و دہان آدمی نباشد شخص  کہ ہست صورت دیوار را ہمیں تمثال

حقیقت نگار شاعر کو سطحیات کی طرف کم توجہ ہوتی ہے اور صنائع و بدائع ظاہری اور لفظی نمایش کے حدود سے اُس کا خیال ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے۔

شاعر کو اپنے کامل جذبات کے اظہار کے لئے بعض اوقات قدیم قیود رسمی اور فرضی کو توڑ دینا پڑتا ہے۔

مست کی شان یہ ہے کہ سر و دستار سے بے خبر رہے۔ جس قدر سر و دستار کی طرف توجہ ہو گی اُس کے کمال ہستی میں اُسی قدر فرق آجائے گا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ:-

ایک شاعر بشرطیکہ وہ حقیقی شاعر ہو اظہار جذبات میں مجذوب

صفت ہوتا ہے، اُس میں ایک خاص جوہر ہوتا ہے جس کو
وہ خود بھی نہیں سمجھتا کیونکہ اُن معانی کی مبیّن کوئی اور ہی قوت
ہوتی ہے جو اُسے ایسا کہنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہ کوئی فرشتہ
ہوتا ہے جو اپنی کیفیت کو ایک انوکھے راگ میں گاتا ہے اور
اپنے دُکھ درد کو ایک مبہم زبان میں ادا کرتا ہے۔

وہ ہمیشہ ایسی زبان میں باتیں کرتا ہے جو نہایت عجیب و
غریب اور پُراسرار ہوتی ہیں اور ایسے مکاشفات بیان کرتا ہے
کہ عام دنیا والے اُسکو سمجھ نہیں سکتے۔ اُسکی ضمیر کی سچی آواز
اور حقیقی صدا اس کو روح القدس کا ہمنوا بنا دیتی ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (جب تک حسّانؓ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کو جواب دیتے ہیں یا رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخر کرتے ہیں) خدائے پاک
روح القدس کے ذریعہ سے اُن کی تائید فرماتا ہے۔

(اس حدیث سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ شاعر جب تک حقیقت نگار اور صداقت شعار ہو خدائے پاک روح القدس کے ذریعہ اُس کی تائید فرماتا ہے)۔

ہندوستان کا چھوٹے سے چھوٹا مقام بھی کوئی ایسا نہ ہوگا جہاں شاعر نہ ہوئے ہوں یا اس وقت موجود نہ ہوں مگر چند ہی شاعر ایسے ہوئے ہیں جو صحیح معنے میں شاعر کہے جا سکتے ہیں۔ جیسے میر تقی۔ میر درد۔ اکبر الہ آبادی۔ ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور ٹیگور کی بعض مشہور تصانیف کے ترجمے اردو زبان میں میں نے پڑھے ہیں اور اُن کی لذت میں گھنٹوں بلکہ دنوں مستغرق اور بیخود رہا ہوں۔

علی العموم گیتان جلی اور علی الخصوص چترا کی تاثیر اور دلاویزی حد بیان سے باہر ہے قابل مترجم قابل تعریف ہے کہ دوسرے کے جذبات اور غیر زبان کے مطالب کو نہایت دل کش اور مؤثر

طرز ادا میں ادا کیا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ معمار کوئی نئی چیز نہیں پیدا کرتا بلکہ اسی مٹی گارے کو جو پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ سلیقہ سے چن دیتا ہے۔

صورت گر پتھر تراش کر بت نہیں بناتا۔ بلکہ بت اس میں پہلے سے موجود ہوتا ہے مجسمہ ساز پتھر کی عارضی چادر کو اس کے چہرہ سے اٹھا دیتا ہے۔

اسی طرح خرقۂ امجد میں بھی کوئی فلک اطلس کا پیوند نہیں ہے۔ علی العموم وہی پھٹے پرانے بوسیدہ گرے پڑے ٹکڑے ہیں، جن کو جوڑ جوڑ کر میں نے گدڑی بنالی ہے۔ ایمان کی سرد مہری کے وقت کبھی اوڑھ لیتا ہوں کبھی بچھا لیتا ہوں اور اپنے سچے دوستوں کو بھی اس میں سمیٹنے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ درویش در گلیمے بخسپند محبت اور صداقت کا ایک سوکھا ٹکڑا بھی تکلف کے الوان نعمت سے کہیں زیادہ

لذیذ ہوتا ہے۔

اور مصنوعی اظہار محبت کی بہ نسبت ایک خاموش مایوس

نگاہ بہت گہرا اثر ڈالتی ہے۔

ناظرین میں ایک شخص بھی اس سے کچھ فائدہ حاصل کر سکے

یا کسی کے بے چین دل کو ذرہ بھر بھی تسکین حاصل ہو تو اس

خرقہ دوزی کا منشا پورا ہو جائے گا۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ؕ

امجد حیدرآبادی

مورخہ ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۲ ہجری

# شاعری

نغمہ کا ہے شوق لحنِ داؤد نہیں
اس طرز میں حمد کی، کہ محمود نہیں

لازم ہی کہ آہ بھی لبوں سے نکلے
اک واہ ہی، شاعری کا مقصود نہیں

کس کام کا وہ رنگ، نہو بو جسمیں
بے معنی ہی وہ بین کہ نہو تو جس میں

جس مے میں نشہ نہیں وہ مے کیونکر ہو
جس نے میں صدا نہیں وہ نے کیونکر ہو

وہ علم ہی کیا، کہ جس میں عرفان نہو
عرفان وہ کیا کہ جس میں ایمان نہو

ایمان ہی وہ کیا، نہو الفت جسمیں
اُلفت ہی وہ کیا، نہو صداقت جسمیں

وہ شعر ہی کیا، کہ جسمیں جذبات نہوں
وہ پیر ہی کیا، جسمیں کرامات نہوں

الحق کہ سخن کی جان ہی سوز نہاں
جب عشق نہیں تو حسن میں حسن کہاں

ہر چند عوام شاعری کہتے ہیں
ہم تو اسے عین ساحری کہتے ہیں

ہاں ہوش رُبائے اولالباب ہے شعر
عرفان ستار ہی تو مضراب ہے شعر

ہر مرتبہ آئینہ دل دُھلتا ہے
کانٹا کانٹا نگاہ میں تُلتا ہے

میں شاعری کو مراقبہ کیوں نہ کہوں | ہر فکر میں باب معرفت کھلتا ہے

شاعر اسرارِ غیب سے ماہر ہے | جو عارفِ کامل ہو وہی شاعر ہے

ہاں شعر سے حق پسند سر دھنتے ہیں | شاعر کی زباں سے صوتِ حق سنتے ہیں

شاعر کی صدا ہے رہنما کی آواز | اس خلق سے آتی ہے خدا کی آواز

ہر بزمِ طرب کی ہاؤ ہو شعر سے ہے | موسیقی کی ساری آبرو شعر سے ہے

ہے حسن کی ساری زندگانی اس سے | ہے عشق کی نبض میں روانی اس سے

تسخیر ہے سحر ہے کہ اعجاز ہے شعر | ہے نغمۂ کن جس میں یہ وہ ساز ہے شعر

حالِ دلِ صوفیاں سنوارا اس نے | اجمیر میں زندہ دل کو مارا اس نے

امجد جب تک نہ ہو طبیعت حاضر | ہوتی نہیں شاعری کسی کی خاطر

کیوں فنِ لطیف کی تباہی کیجئے | کیا ظلم ہوا کہ داد خواہی کیجئے

کیا فکر ہے کوئی قدرداں ہو کہ نہ ہو | جھوٹی دنیا میں عز و شاں ہو کہ نہ ہو

اللہ مسرتِ حقیقی دیدے | ہم زندہ رہیں نام و نشاں ہو کہ نہ ہو

---

؎ اس میں حضرت محمد حسن الہ آبادی کی جانب اشارہ ہے جنھوں نے اجمیر شریف میں حالت سماع میں انتقال فرمایا ۱۲

اے حضرتِ شیخ! اپنی خبر لو پہلے　　دامن خود موتیوں سے بھر لو پہلے

دنیا میں کوئی قدر کرے یا نہ کرے　　تم آپ تو اپنی قدر کر لو پہلے

دنیا نہیں اپنی کامرانی کے لئے

مجلس یہ نہیں مرثیہ خوانی کے لئے

جب ماقدروا اللہ خدا کہتا ہے

کیا روتے ہو اپنی قدر دانی کے لئے

ے مَاقَدَرُوا اللہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ۝ یعنی لوگوں نے کما حقہٗ خدائے تعالیٰ کی قدر نہیں کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الحمد للہ رب العالمین

ہر جزو کو، اپنے کُل سے اک نسبت ہے
کثرت میں گر اتفاق ہو وحدت ہے

ہر عضو کے حسن پر ہے تعریف مری
افعال جوارح پہ ہی توصیف مری

ہر عضو کے، ہر فعل سے منسوب ہوں میں
سر سے پا تک، ہر اک کا مطلوب ہوں میں

بحرِ متلاطم ہے ہر اک قطرۂ خوں
ہر جزو بدن کہتا ہے میں ہوں میں ہوں

ہر جزو یہ کہہ رہا ہے امجد ہوں میں
ہر سنگ کا دعویٰ ہے زبرجد ہوں میں

اپنی ہی ہر اک مدح و ثنا کرتا ہے
جسکو دیکھو انا انا، کرتا ہے

ہر جزو یہ کہہ رہا ہے میں بھی گُل ہوں
ہر خار میں ہے کھٹک کہ میں بھی گل ہوں

کہتا ہے ہر اک، مرے ہنر تو دیکھو
ہر جزو کی ہے صدا ادھر تو دیکھو

اس مجمع اضداد کے حالات سنو
کچھ معجزہ دیکھو، کچھ کرامات سنو

ہے حسن کا اقتضا کہ جھپکے نہ پلک
لب کا یہ سخن ہے کہ مری بات سنو

ذرہ ذرہ پہ میں نظر رکھتا ہوں
میں چیونٹی کی چال کی خبر رکھتا ہوں

میں تن کو جگا کے بھی ہوں مصروف بکار
میں تن کو سلا کے بھی ہوں ہر دم ہشیار

سر سے پا تک محیط ہوں ہیں سب پر
اک ذرہ نہیں علم سے میرے باہر

ہے عالم تن میں ہر جگہ گھر میرا
ہر ذرہ میں جلوہ گر ہے جوہر میرا

سب کی رگ گردن سے ملا رہتا ہوں
ہر جزو سے میں گلے لگا رہتا ہوں

ہر جزو کے دکھ سے مجھ کو دکھ ہوتا ہے
ہر جزو کے سکھ سے مجھ کو سکھ ہوتا ہے

ہر جزو پہ غالب ہے ارادہ میرا
ہر عضو نے پہنا ہے لبادہ میرا

میری مرضی کے تحت سب چلتے ہیں
قالب میں مرے حکم کے سب ڈھلتے ہیں

محتاجی سے غنی کو جانا سب نے
مجبوری سے مختار کو مانا سب نے

ہر شان میں محو خود پرستی ہوں میں
اے واہ عجب حسین ہستی ہوں میں

ہر جزو بدن کے ساتھ لازم ہوں میں
اس چھوٹی سی سلطنت کا حاکم ہوں میں

ہر قطرہ خون میں برق خاطف ہوں میں
ہر جزو کے دکھ درد سے واقف ہوں میں

رگ رگ کی ہر ایک راہ کا سالک ہوں
میں اس دو گز زمیں کا مالک ہوں

از چشمِ حقیقت بنگر اندر تخم　　گر ہست نظر، بکن نظر، اندر تخم

در کُل ہمہ واحدست، و در واحد کُل　　تخم ہست اندر شجر، شجر اندر تخم

ہے دار و مدارِ تن، مری قوت پر　　قادر ہوں میں سب کی ذلت و عزت پر

ہر اک دم مارتا ہے، امجد امجد!　　ہر عضو پکارتا ہے، امجد امجد!

حکمت سے ہر اک کا پیٹ بھرتا ہوں　　سب کی سنتا ہوں اپنی کرتا ہوں

میرے نزدیک دست و پا ہیں یکساں　　ہے میری نظر میں ایک دایاں بایاں

ادنیٰ بھی مری نظر میں ہے، اعلیٰ بھی　　مجھکو ہے عزیز خون کا قطرا بھی

دل بھی میرا ہے اور جگر بھی میرا　　ہے پاؤں بھی میرا اور سر بھی میرا

سمجھے نہیں میرا حال دنیا والے　　کہتے ہیں مجھے خیال دنیا والے

قائم بالذات، جلوۂ تاباں ہوں　　بے قید ہوں لافانی ہوں بے پایاں ہوں

مخلوق ہے ادنیٰ سا کرشمہ میرا　　کافی ہے فقط ذرا اشارہ میرا

اک آن میں آسماں پہ جاتا ہوں میں　　پھر چشم زدن میں واپس آتا ہوں میں

ہمراہ مرے کوئی نہیں آسکتا　　مجھ کو تو فرشتہ بھی نہیں پاسکتا

آنا جانا نہیں ہے دو بھر مجھ کو — ہے قربت و بُعد سب برابر مجھ کو

تھکتا ہی نہیں کبھی، وہ چالاک ہوں میں — ڈرتا ہی نہیں کبھی، وہ بے باک ہوں میں

دنیا میں کسی جگہ نہیں ڈر مجھ کو — ہے ظلمت و نور سب برابر مجھ کو

کیا کوئی مجھے سمجھ سکے کیا ہوں میں — معلوم نہیں کسی کو کس جا ہوں میں

اس جسم میں میں کسی کا پابند نہیں — دریائے عظیم، ایک جا بند نہیں

آسان نہیں، کوئی بلالے مجھ کو — ممکن ہی نہیں، کہ کوئی پالے مجھکو

اک درد بھری صدا سے مجبور ہوں میں — معذور کی دل دہی میں معذور ہوں میں

کانٹا پاؤں میں ہو کہ بال آنکھوں میں — پڑ جاتے ہیں ڈورے لال لال آنکھوں میں

ہاں چارۂ ہر گز نہ لازم ہے مجھے — ہمدردیٔ دردمند لازم ہے مجھے

محنت ہی کے ساتھ ہے محبت میری — زحمت کی معیت میں ہے رحمت میری

معدود اجزا میں، غیر معدود ہوں میں — محدود بدن میں غیر محدود ہوں میں

کیا کیا مجھ میں کمال ہیں واہ رے میں

بے مثل کی ہوں مثال، اللہ رے میں

الحمد للہ رب العالمین

# اَلرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کا ایک وصف رحمٰن بھی ہے
بندوں کی اسی سے جان میں جان بھی ہے

رحمٰن محیط ما و طین ہے بالکل
واللہ مبالغہ نہیں ہے بالکل

کونین میں فیض بخش عالم ہے یہی
رحمت کی طلب کا اسم اعظم ہے یہی

مطلق ظاہر ہوا مقیّد بنکر
رحمت ظاہر ہوئی محمدؐ بنکر

اسلام کا لطف کل نظر آئیگا
رحمٰن ہی جب رحیم ہو جائیگا

تخصیص میں لطف ہوگا تعمیم کے بعد
کوثر کا مزہ آئے گا تسنیم کے بعد

سب کے لئے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے
مسلم کو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ ہے

بالمؤمنین رؤف الرحیم

# مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

The J & K University
Acc. No. 37448

یاں صورتِ آدمی میں سب انساں ہیں
شکل انساں میں سینکڑوں حیواں ہیں

باغِ عالم میں خار و گل یکساں ہے
ہر ایک کتاب صورتِ قرآں ہے

یہ عالمِ زندگی ہے میدان عمل
دو ہاتھ ہیں دو کفّہ میزانِ عمل

کل روزِ جزا، کھلے گا سب کا جوہر
محشر بن جائیگا حقیقی مظہر

دھوکے کا یہ سب لباس اُتر جائیگا
ہر نقش دروں یہ صاف نظر آئیگا

اُس وقت، زمانہ ہی پلٹ جائیگا
ہر جامہ کا آستر نظر آئیگا

رحمٰن صفت رحیم میں آئے گا
یہ دائرہ نقطہ میں سما جائے گا

چھپنے کو ملے گی جا نہ دنیا میں کہیں
جب سامنے ہوگا مَالِكِ يَوْمِ الدِّين

جب حشر میں شرحِ زندگانی ہوگی
جان شرم سے تن میں پانی پانی ہوگی

آئیگی صدا، کہ آج بدلہ پالو
یہ! مَالِكِ يَوْمِ دِين ہے دنیا والو!

ہر ایک عمل کا، پھر اعادہ ہوگا
کچھ کم ہوگا، نہ کچھ زیادہ ہوگا

جو علم میں خامی ہے نکل جائیگی
سانچے میں عمل کے روح ڈھل جائیگی

ذلت کش محبوب کی عزت ہوگی
مالک کے غلاموں کی حکومت ہوگی

جاں کُشتوں کی، تازہ زندگی پائیگی
واں بندۂ عبدیتہ کی بن آئیگی

رازِ خلقت سب آشکارا ہوگا
رب کے ہم ہوں گے، رب ہمارا ہوگا

جانباز صفیں اپنی جمائے ہوں گے
معبود سے ٹکٹکی لگائے ہوں گے

وُجُوهٌ نَاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۱۲

وان حلقۂ بندگاں میں مالک ہوگا — مجذوب صفت ہر ایک سالک ہوگا
فتنے من و تو کے سارے سو جائیں گے — عبد و معبود، ایک ہو جائیں گے

## اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ

مالک مجھے طرز عبدیت سکھلا دے — اپنی منزل کا راستہ، دکھلا دے
کیا حال کہوں، کہ تجھ پہ سب ظاہر ہے — بندہ تری بندگی سے بھی قاصر ہے
گھر اپنا، ذرا گھر سے نکل کر دکھلا — اپنی منزل تو ساتھ چلکر دکھلا
گر مجھسے سنبھل سکتا، مرا سر پایا — نعبُد ہی کے ساتھ نستعین کیوں آیا
کس طرح کریں گے ہم عبادت تیری — اعضا میں اگر نہ ہوگی قوت تیری
آتی ہی کہاں سے ہم میں ہم کی آواز — سب ہے یہ ترے ہی دم قدم کی آواز

## اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ

مقصد بھی ہے تو ہی، تو ہی رہبر میرا — میں تجھ سے ہی پوچھتا ہوں رستہ تیرا

سب کچھ لیکر، اک استقامت دیدے
صدیق کے صدقہ میں صداقت دیدے

شاہِ بدر و حنین کا صدقہ دے
لا، سیدنا حسین کا صدقہ دے

ایوبؑ و شعیبؑ کا تصدق دیدے
سلمانؓ و صہیبؓ کا تصدق دیدے

ہاں دولتِ لایزال دیدے مجھکو
استقلالِ بلال دیدے مجھ کو

اغیار کا خوف جسم و جاں سے نکلے
مر کر بھی اَحد اَحد زباں سے نکلے

مالک! میں کہاں جاؤنگا تجھ سے ڈر کر
میں تیرے ہی پاس آؤنگا تجھ سے ڈر کر
اعوذ بک منک

غصہ کی نگاہ سے بچالے مجھ کو
دامانِ محبت میں چھپالے مجھ کو

اے راہنما! مجھے ضلالت سے بچا
مجھکو، مرے نفس کی مسرت سے بچا

نادان کو ہوس کی جھیل میں غرق نہ کر
فرعون بنا کے، نیل میں غرق نہ کر

ہر مُسلم رسمی کو مُسلماں کر دے
پیمانۂ زندگی میں ایماں بھر دے

لو، مل گئی جانِ مضطرب کو تسکیں
سننا کوئی کہہ رہا ہے آمین آمین

## پیوند نمبر ۲

# اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَا

(فی القرآن)

جلوہ ترا، ظاہر بھی ہے، مستور بھی ہے
بندے سے قریب بھی ہے تو دور بھی ہے

مشکل ہے ترا کلام۔ آسان بھی ہے
دنیا داری کے ساتھ ایمان بھی ہے

قانون تمدن بھی ہے عرفان بھی ہے
اس بحر میں گوہر بھی ہے مرجان بھی ہے

اک رشتہ میں جلد بھی ہے قرآن بھی ہے
اک شخص میں جیسے تن بھی ہے جان بھی ہے

ترغیب کے ساتھ ساتھ، تہدید بھی ہے
تخویف کی پردہ دار، اُمید بھی ہے

اک آن میں خوف اور رجا دونوں ہیں
اک ساتھ فنا اور بقا، دونوں ہیں

ہر صفحہ ہے، رحمت خدا کی تصویر
ہے لفظ دعا میں مدعا کی تصویر

قرآن نے سادگی سکھا دی ہم کو
اس خط شعاعی نے جلا دی ہم کو

اس رشتۂ محکم سے بقا ہے ہمکو
کیا نسخۂ کیمیا ملا ہے ہم کو

صورت ہے یہی خدا کی قرآں کی قسم
ایمان مرا یہی ہے، ایماں کی قسم

رباعی

قرآن کریم میں کرامت دیکھی
ہر جزو کے ساتھ، کُل کی شرکت دیکھی

ہر منزل کو اُسی کی منزل پایا
ہر سُورت میں خدا کی صورت دیکھی

وہ نُورِ لطیف بَرملا آیا ہے
گمراہ کے پاس رہنما آیا ہے

قرآنِ کریم اور مرے ہاتوں میں
بندے کی گرفت میں خدا آیا ہے

پیوند نمبر ۳

# اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ

رباعی
پایا نہ حیات کا ثمر اک دن بھی
ہم کو نہ ہوا خدا کا ڈر اک دن بھی
کیا حق ہے کہ ہم زمین پر پاؤں رکھیں
رکھا نہیں جب سجدے میں سر اک دن بھی

رباعی
فطرت ہر چیز کی طرف مڑتی ہے
ٹوٹی ہوئی شاخ از سرِ نو جڑتی ہے
ہوتا ہے نماز میں ہجوم خطرات
گھر جھاڑتے وقت خاک بھی اُڑتی ہے

رباعی
خالق نے جنھیں دیا ہے زر دیتے ہیں
زر کیا ہے خدا کی رہ میں گھر دیتے ہیں
اپنا سرمایہ ہے رکوع و سجدہ
ساماں نہیں رکھتے ہیں سر دیتے ہیں

رباعی
دلبر کیلئے ادائے ناز اچھی ہے
عاشق کیلئے رسمِ نیاز اچھی ہے
موقع ہے یہی تو اک قدم لینے کا
ہر ایک عبادت سے نماز اچھی ہے

پیراہن کبر چاک ہو جاتا ہے
نفس سرکش ہلاک ہو جاتا ہے

مسلم کیلئے عجیب نعمت ہے نماز
سر خاک پہ رکھ کے پاک ہو جاتا ہے

اسرار وجود عبدیت میں ڈھونڈو
ناز اپنا نیاز کی صفت میں ڈھونڈو

اسرار عبودیت کا مظہر ہے نماز
آئینۂ اسلام کا جوہر ہے نماز

تکبیر میں نفس کا گلا کٹتا ہے
مغرور کا سر قلم نما کٹتا ہے

اس بندۂ مسلم کا بھی کیا پایہ ہے
اپنے مولا کے سامنے آیا ہے

فتنوں سے جہاں کے جاں چھڑا کر آیا
بندہ دنیا سے ہاتھ اٹھا کر آیا

بندے کا قیام ہے خدا کے آگے
فانی کا مقام ہے بقا کے آگے

اسوقت نظر آتی ہے شانِ قیوم
ملتا ہی قیام میں نشانِ قیوم

اللہ کا الف، قیام کی صورت ہے
ارکان ہیں یہ امام کی صورت ہے

بندے نے رکوع میں بڑی جرأت کی
سر قدموں پہ رکھنے کی اجازت لے لی

مسلم، سر خم کئے ہوئے حاضر ہے
یہ وہ مہِ نو ہی، جسکا رب ناظر ہے

دل کو دلدار پر فدا رہنے دے
اِن قدموں میں آنکھوں کو گڑا رہنے دے

جھک کر مرے کان میں یہ کہتا ہے رکوع — امجد! تسلیم جھکا رہنے دے

خاکی پتلا جھکا ہوا اگر دوں ہے — ہاں تیرِ دعا کو یہ کماں موزوں ہے

ہے عرش سے بھی بلند بامِ سجدہ — قدموں میں کسی کے ہی مقامِ سجدہ

سجدہ ہے عروسِ عبدیت کا گہنا — سنتا ہے اسی جگہ، وہ میرا کہنا

سجدہ ہے ذریعہ خود فراموشی کا — یہ اک حیلہ ہے اس سے سرگوشی کا

رباعی

زنجیر درِ عرش ہلاتا ہوں میں — اللہ غنی۔ کسے بلاتا ہوں میں

سجدے کے بہانے دل کی بیتابی سے — قدموں پہ کسی کے لوٹ جاتا ہوں میں

رباعی

اس سربزمیں شاخ کا پھل اعلیٰ ہے — عامل معمولی ہے، عمل اعلیٰ ہے

پوچھو نہیں سجدہ کرنے والوں کے دماغ — سر خاک پہ۔ لب پہ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ ہے

مُسلم کی تمام آبرو سجدہ ہے — اللہ قیام۔ اور ہُو سجدہ ہے

شب ہجر کی۔ شام وصل سے ملتی ہے — جب جھکتی ہے شاخ۔ اصل سے ملتی ہے

کب راہ یہ زور زور سے طے ہوتی ہے — یہ منزل عشق سر سے طے ہوتی ہے

سر اب تو اٹھاتی نہیں پُرخوں آنکھیں — کس طرح نکالکر میں رکھ دوں آنکھیں

ٹھنڈک ہی عجب سجدے میں سبحان اللہ
تلووں سے کسی کے مل رہا ہوں آنکھیں

بیٹھا ہی ادب سے عبد پیش معبود
فی مقعد صدق کا ہی مصداق قعود

فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر

اسلام میں مصدر محاسن ہی سلام
مسلم کی سلامتی کا ضامن ہی سلام

ہر دم اُس کی عنایت تازہ ہی
رباعی
اُس کی رحمت بغیر اندازہ ہے

جتنا ممکن ہو کھٹکھٹائے جاؤ
یہ دستِ دعا خدا کا دروازہ ہے

پیوند نمبر ۱۴

## مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

روح ہے تن میں، نام ربِّ مجید
ہے رگ جاں میں نغمۂ توحید

جب کہا دردِ دل سے یَا اللہ
ہو گئی شکل گوہ صورت کاہ

قوّتِ ھو سے کام ہوتا ہے
مفت میں میرا نام ہوتا ہے

اسم ہی سے صفت ہویدا ہے
ہو کی صورت میں ہو بھی پیدا ہے

معروف
مجہول

جسم میں کیف روح پاتا ہوں
جام ہی کو صبوح پاتا ہوں

تیرے قدموں میں سجدہ کرتا ہوں
ہو کے پیوند خاک اُبھرتا ہوں

پائے اقدس پہ یہ سر فانی؟ چوموں کس طرح اپنی پیشانی

جی رہا ہوں میں تجھ پہ مرنے کو دور ہوں صرف یاد کرنے کو

ہے مرا کاروبار، بے کاری ہے مرا ورد روز، فقط زاری

وصل کا بس یہی ہے اک حیلا وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا

پاس میرے ترے لئے کیا ہے؟ حد مری عبدیت کی سجدہ ہے

یاد ہے مجھ کو اک عمل اعلیٰ یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی

اس سے آگے مجھے نہیں معلوم میری تعریف ہے جہول و ظلوم

مجھ سے کیوں کر تری عبادت ہو اس تناسب میں کچھ تو نسبت ہو

مجھ سے گر تیرا حق ادا ہو جائے پھر یہ بندہ، نہ کیوں خدا ہو جائے

پیوند نمبر ۵

## منازل نزول

تنزیہ کی بارگاہ سے آیا ہوں میں دور دراز راہ سے آیا ہوں

پردہ میں جلال کے رہا ہوں برسوں عالم میں خیال کے رہا ہوں برسوں

بے صورتی اصل میں ہے صورت میری
اتھر میں ہی جلوہ گر لطافت میری

ہے میرا ہی حکم علتِ حسن قبول
یہ مادیت ہے میری طاقت کا نزول

جلبابِ غبار میں رہا ہوں برسوں
الوانِ سحاب میں رہا ہوں برسوں

میں مہر کبھی ہوا کبھی ماہ ہوا
ہر راہ میں راہرو کے ہمراہ ہوا

ہے میرا ہی نور جلوہ گر اسما میں
میں ہی ہوں نہاں حقائقِ اشیا میں

ہیں نا تمنا ہی انتقالات مرے
ہیں فہم سے دور استحالات مرے

سر تا بقدم عقدۂ لاینحل ہوں
میں مطلق کا تعین اول ہوں

کھینچا ہے نزول میں محبت نے مجھے
ڈالا رحمت میں میری رحمت نے مجھے

ظاہر ہے کمالِ حسن سے عشق کا رنگ
پیدا ہوا خالِ حسن سے عشق کا رنگ

وحدت کے سوا دوئی کا یاں نام نہیں
ہے صبح مری تو غیر کی شام نہیں

## پیوند نمبر ۶

# ۱ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ
# ۲ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

رباعی

ہر قطرہ میں بحر معرفت مضمر ہے
ہر ذرہ میں اک نہ کچھ جوہر ہے
ہو چشم بصیرت تو ہے ہر چیز اچھی
گر آنکھ نہ ہو تو لعل بھی پتھر ہے

رباعی

ہر سنگ ہے طور چشم بینا کیلئے
زنگی بھی ہے حور چشم بینا کیلئے
اعمیٰ کیلئے نور بھی ظلمت ہے
ظلمت میں ہے نور چشم بینا کیلئے

کیا سمجھے گا جوہر کو جو بے جوہر ہے
کہنے کو تو اکسیر بھی خاکستر ہے
سرمہ سے جلائے کور دل مشکل ہے
تبدیلیٔ نقص آب و گل مشکل ہے

جاہل سبب خیر کو، شر کہتا ہے
سرمایۂ سود کو ضرر کہتا ہے
ہے روح میں جان صحت علمی سے
انسان کی ہے شان صحت علمی سے

ہے خیر ہی خیر نفس شر وہمی ہے
سب سود ہی سود ضرر وہمی ہے
ہے مہر ہی مہر، قہر کا نام نہیں
ہے صبح وصال ہجر کی شام نہیں

سہ
آئینۂ خوف کا ہے جوہر امید
ہے درد فراق موجبِ لذتِ دید

مخلوق حکیم، مایۂ سود نہ ہو
مصنوع حمید اور محمود نہ ہو؟

عالم پر ہو ورود کیوں کر غم کا
ضامن ہے وجود رحمتِ عالم کا

رحمت پہ ہے بنیاد دو عالم قائم
قہر آئے تو کس طرح وَانتَ فِیھِم

مَاکَانَ اللہُ یُعَذِّبَھُم وَاَنتَ فِیھِم

ہے جسم میں، ہر نفس جوابِ محشر
ہر ذرہ ہے ایک آفتابِ محشر

جلوہ اُس بے نشان کا ہر سُو ہے
ہر پھول میں رنگ، رنگ میں خوشبو ہے

از نور محمدی، برآمد کونین،
محمود شد از ظل محمد، کونین

ہر قطرہ ہے جوئبار حمد باری رباعی ہر برگ میں ہے نگار حمد باری

ہر رنگ میں، جلوہ محمد ہے یہاں
ہر پھول ہے لالہ زار حمد باری

حمد باری ہے، یا محمد کہنا
ہے شاہد وحدت کا رسالت کہنا

مجموعہ حمد ہے یہ دنیا ساری
ہر شئے میں ہے جلوہ محمد ساری

ہے جلوہ فگن خدا کی رحمت سب میں
حاصل یہ کہ ہے محمدیت سب میں

پیوند نمبر ۳

## إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ الخ

تو ہے مجھے بزم میں بلانے والا
میں ہوں تری بارگہ میں آنے والا

ظالم ہوں جہول ہوں سیہ کار ہوں میں
کس منہ سے کہوں ترا طلبگار ہوں میں

میں کیا کہوں جبال و آسماں کے آگے
کیا گرد کا ذکر، کارواں کے آگے

ہوں بحر عظیم میں مثال خاشاک
اک قطرہ ہی میری ہستی وہ بھی ناپاک

اے لو! وہ عرضنا کی صدا گونج اٹھی
انّا کے جلال سے فضا گونج اٹھی

سب ہٹ گئے ڈر کے پیچھے آنیوالے
کترا گئے صاف، سر اٹھانیوالے

سب صاحب عقل و ہوش بیہوش ہیں آج
بڑھ بڑھ کے جو بولتے تھے خاموش ہیں آج

اٹھی نہیں جب کہیں سے کوئی آواز
جب کوئی ہوا نہ اس صدا کا دمساز

میری غیرت میں ایک طوفان اٹھا
یعنی لبیک کہہ کے انسان اٹھا

سر دیدیا میں نے آبرو کی خاطر
ٹھکرا دیا میں نے میں کو تو کی خاطر

جو سر بفلک تھے ان کا اترا چہرا
آخر، میرے ہی سر رہا یہ سہرا

اللہ غنی، امین سمجھا مجھ کو
اس خاتم کا نگین سمجھا مجھ کو

مبہوت ہی خلق سن کے قصہ میرا
معبود کی عبدیت ہے حصہ میرا

اس سینہ میں کائنات رکھ لی ہے نے
کیا ذکر صفات، ذات رکھ لی ہے نے

ظالم سہی، جاہل سہی، نادان سہی
سب کچھ سہی تیری بات رکھ لی ہے نے

پیوند نمبر ۸

## لَا تَکِلْنَا اِلیٰ اَنْفُسِنَا ہ

اس کشتیٔ تن کو نوح کر دے مولا
اس مادیت کو روح کر دے مولا

بندے میں کمال بندہ پرور بھر دے
ہر جزو بدن کو کل کا مظہر کر دے

سر جائے تو جائے۔ آبرو رہ جائے
میں اتنا مٹوں کہ صرف تو رہ جائے

باقی رہے پھر، نہ میری خو بو مجھ میں
پھر چھپ نہ سکے کسی طرح تو مجھ میں

اک بار ہوائے نفس ھُو ہو جائے
مقصد مری زندگی کا تو ہو جائے

میں کا سرمایہ مجھ سے بالکل کھو جائے
میری مرضی تری ہی مرضی ہو جائے

اس مردے میں روحِ زندگی پیدا ہو
بندے میں کمال بندگی پیدا ہو

اِس عبدِ سیہ کار کو آزاد نہ کر
میرے ہاتھوں سے مجھ کو برباد نہ کر

مجھ کو، مجھ پر نہ چھوڑ میرے مولیٰ
اپنے سے مجھے نہ توڑ میرے مولیٰ

اِطلاق میں بے شمار بربادی ہے
آزادی میں ہزار بربادی ہے

صیاد کا خوف باغباں کا ڈر ہے
ایسے گلشن سے تو قفس بہتر ہے

میرے لئے جان بے جسد بہتر ہے
ہلتے ہوئے مَہد سے لَحد بہتر ہے

میں یہ نہیں کہتا اپنے مانند بنا
مولیٰ! بندے کو اپنا پابند بنا

پیوند نمبر ۹

## اَکْرَمُکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

ہر دم رہوں کیوں نہ باوضو اے آقا
شہ رگ سے قریب تر ہے تو اے آقا

گندہ کیوں کر رہے گا بندا تیرا
رگ رگ میں پڑا ہوا ہے پھندا تیرا

کس طرح کہوں زباں سے گندہ ہوں میں
اللہ اللہ تیرا بندہ ہوں میں

کیونکر نہ کہوں قابلِ تعریف ہوں میں
سر سے پا تک عجیب تالیف ہوں میں

ممکن نہیں تفسیر، مری صورت کی
اللہ اللہ کس کی تصنیف ہوں میں

جانِ حرکت ہوں گرچہ ساکت ہوں میں
ہوں مصدرِ نطق گرچہ صامت ہوں میں

واجب کے وجود سے ہوا ہوں موجود
یہ ثابت ہے کہ عین ثابت ہوں میں

میں پیکرِ خاک ہوں مرا دل تو ہے
میں صورتِ ظل ہوں اور ذی ظل تو ہے

تو ہی دل میں ہے۔ اور دل بھی تو ہے
اے جان مری میری آب و گل بھی تو ہے

ہوگی اب اور کیا عنایت تیری
منسوب ہی طرف ہے قوت تیری

ہے تیرے ہی ہاتھ میں سپید اور سیاہ
لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ

میں کون ہوں اور کیا ہے ہستی میری
آباد ہے تیرے دم سے بستی میری

ظاہر کردونگا تیرا مظہر ہوں میں
ہر آن ضمیر ہو میں مضمر ہوں میں

تیری مرضی ہی کے کرونگا اب کام
یارب اَسْتَعِیْ مِنْکَ الْاِنْعَام

اِنْشَاءَ اللّٰہ نیک ہو جاؤں گا
سارے نیکوں میں ایک ہو جاؤں گا

ہائے یہ علم و فضل کھویا میں نے
سب دفتر پارینہ ڈبویا میں نے

بس ہے تری خاک پا تیمم کیلئے
اے دوست وضو سے ہاتھ دھویا میں نے

اب چمکونگا پاک ہو کے مثل انجم
ہے حکم ترا اَکْرَمُکُمْ اَتْقَاکُمْ
اکرمکم عند اللہ اتقاکم

پیوند نمبر ۱

# اَلَیسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبدَہٗ

عالم میں ہمارا کون محکوم نہیں
دنیا میں ہماری کس جگہ دھوم نہیں

کیا پوچھنا ہے ہمارا، اللہ اللہ
ہم وہ ہیں کہ خود ہمیں کو معلوم نہیں

جن ہے یا بھوت، یا کوئی دیوتا ہے
اکسیر ہے، کیمیا ہے، یا عنقا ہے

اک عمر سے سن رہا ہوں میں کی آواز
معلوم نہیں ہوا کہ یہ میں کیا ہے؟

"میں ہوں میں ہوں" کی انتہا بھی ہے کوئی
اے مدعی خودی خدا بھی ہے کوئی

دو ضد کبھی ایک جا نہیں مل سکتے
باہم خودی و خدا نہیں مل سکتے

ہو اپنے ہی دوش پر جنازہ اپنا؛
اپنے قدموں کی خاک غازہ اپنا؛

دنیا سے نرالا سانگ تو لایا ہے
بھیک اپنے ہی در پہ مانگنے آیا ہے

ڈال اپنے گلے میں تو نہ پھندا اپنا
اے مرد خدا نہ بن تو بندا اپنا

انسان کو گھمنڈ اپنے تن پر۔ توبہ
مردہ مغرور ہو کفن پر۔ توبہ۔

ہے عقل پہ اعتقاد توبہ۔ توبہ
اس ہستی پہ اعتماد۔ توبہ توبہ

اپنے ہاتوں پہ بوجھ سارا کب تک
ٹھیر یگا ہوا میں یہ غبارا کب تک

گرتی دیوار کا سہارا کیا خوب
حَیُّ الْقَیُّوْم سے کنارا کیا خوب؟

اے بندۂ عقل! حَسْبِیَ اللہ کہدے
اک بار تَوَکَّلْتُ عَلَی اللہ کہدے

قائم ہے اُسی کی ذات سے ارض وسما
رکھ یاد وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا

ہے ارض وسما تمام کرسی اُسکی
ہے قابل احترام۔ کرسی اُس کی

کونین کا وہ سنبھالنے والا ہے
سارے عالم کا پالنے والا ہے

دامن پھیلا نہ اپنا اپنے آگے
کیا رب کافی نہیں ہے بندہ کیلئے
اَلَیْسَ اللہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

پیوند نمبر ۱۱

## تزکیہ نفس

آئینہ پہ سانس سے نہ آجائے غبار
پہنچے نہ ہوائے نفس ہو تک ہشیار

آنچ آئے نہ اُس کی آبرو پر ہشیار
نشتر نہ لگے، رگ گلو پر ہشیار

ہاں روک لے اس کشتی طوفانی کو
چلنے ہی نہ دے ہوائے نفسانی کو

ہے نفس ہی تیرا۔ تیرا دشمن، ہشیار
اے طالب زیست نفس امّارہ کو مار

ہے لطف کہ آپ آپ سے کھو جائے
نفس امارہ مطمئن ہو جائے

دم کے ہمرہ صدائے دمساز آئے
ہر سانس میں اِرجعی کی آواز آئے

شیطان کی پیروی نہ کر اے انساں
مومن ہے اگر تو مان رب کا فرماں

گندی خواہش کو چھوڑ دے ای بندے
بت مادیت کا توڑ دے ای بندے

اس دھر کی آنکھوں میں نہاں قہر بھی ہے
اس نوش کے ساتھ نیش کا زہر بھی ہے

حق کو آلودہ کر دیا ناحق سے
اے طالبِ حق! ہاتھ اٹھا ناحق سے

ہاں دیر نہ کر لگا دے اک وار کہیں
ہو جائے حلال نفس مردار کہیں

دل ہے وہی پاک ہو محبت جس میں
اچھی ہے وہ بات ہو صداقت جس میں

الفت میں اگر لحد ملے مہد سمجھ
گر زہر محبت میں ملے شہد سمجھ

اَسرار خدا کی ہے یہی اک کنجی
کھلتا ہے اِسی سے قفل کنزِ مخفی

اَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ راز الفت است
نشد طرزِ حدوث از طراز الفت

## پیوند نمبر ۱۲

## لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَتِ اللّٰہِ

یہی کہتا تھا لاعلمی میں اللہ اللہ
تو آگیا تخت سے اُتر کر ناگاہ

میرے رونے نے تجھکو تڑپا ہی دیا
گھوڑے پہ بھی برسات میں بھول آ ہی گیا

پہنچی مری فریاد، ترے کانوں تک
تو نے مرے دردِ دل کی سُن لی دستک

سُنتا ہے مری زبان سے تو نام اپنا
لیتا ہے تو میرے ہاتھ سے جام اپنا

نغمہ مری فریاد کا بھایا تجھ کو
میرا رونا پسند آیا تجھ کو

بیکار گیا نہ جان کھونا میرا
گانے سے تو اچھا رہا رونا میرا

میرے رونے سے دل پسیجا تیرا
دامن دستِ مژہ سے کھینچا تیرا

اپنے گھر میں تجھے بلاتا ہوں میں
گویا کہ شبانِ عہدِ موسٰی ہوں میں

جاں را، بسرِ زلفِ تو بستن ہوس است
دل، در سرِ راہِ تو شکستن ہوس است

سر بر قدمت نہادہ، با عجز و نیاز
پائے تو ز آبِ دیدہ شستن ہوس است

کیا چیز پسند آگئی ہے تجھ کو
میری کیا بات بھا گئی ہے تجھ کو

مجھ سے تو جہاں میں اک سے اک بہتر ہے
للہ بتا دے، مجھ میں کیا جوہر ہے

اے ذکرِ تو در مسبّحانِ ملکوت
اے زندہ زنامِ تو جہانِ ملکوت

اے در کفِ قدرتِ تو جانِ کونین
ترسندہ زہیبتت روانِ ملکوت

واقف نہیں آداب سے تیرے مولا
تقصیر معاف کر دے میرے مولا

تو شاہوں کا شاہ میں اناڑی ہنقال
کیا جانے گنوار، تیری تقدیس کی شان

چاہے تجھے ایک مشتِ خاک اے افسوس
اس گندہ دہن میں نامِ پاک اے افسوس

لیکن جذباتِ دل نکالوں کیونکر
اس کوندتی بجلی کو سنبھالوں کیونکر

تا چند مصیبت میں گزاروں یارب
کیونکر تیرے در پہ سر نہ ماروں یارب

لے دیکھ غریب کو سہارا ہے تیرا
جب تو نہ سنے کسے پکاروں یارب

امجد کا ہے کون اے خدا تیرے سوا
کونین میں کون ہے مرا تیرے سوا

تجھ پر مرنے کے واسطے زندہ ہوں
گندہ ہی سہی مگر ترا بندہ ہوں

رباعی

گو بندۂ ناسزا ہوں رَبّی رَبّی
رحمت پہ تری فدا ہوں رَبّی رَبّی

عَبْدِی عَبْدِی اُدھر سے آتی ہے صدا
میں درد میں کہہ رہا ہوں رَبّی رَبّی

پیوند نمبر ۱۳

# یومِ الوصال

تو بن کے خیال دل میں آتا ہی کبھی
مرآۃ گماں میں منھ دکھاتا ہی کبھی

جلوہ دکھلا کے منھ چھپانا کیسا
آنا ہے اگر، تو پھر یہ جانا کیسا

ہر سانس میں پیغامِ حبیب آتا ہے
جو دن جاتا ہے تو قریب آتا ہے

کب تک سہے کوئی ہجر کا غم آخر
کھنچ کر، آنکھوں میں آگیا دم آخر

دل بے سبب آج میرا بیکل کیوں ہے
شدت سے مرے سینے میں ہلچل کیوں ہے

کیا بات ہی، کیوں ماہیِ بے آب ہی دل
کس کیلئے آج اتنا بیتاب ہی دل

اس سینۂ بریاں میں تپش کس کی ہی
اعضا کی کشاکش میں کشش کسکی ہی

کیوں چھبتی ہیں آج برچھیاں سینے میں
کیوں بال پڑے ہیں دل کے آئینے میں

دوری میں بھی ہی نصیب قربت تیری
ہر دم ہر دم میں ہے معیت تیری

کیا شئے ہی یہ کائنات میرے آگے
اس لا شئے کا ثبات میرے آگے؟

انساں کو درخت اور پتھر روکے؟
شہباز کو کنجشک و کبوتر روکے؟

کیا یوں ہی ہمیشہ ٹھوکریں کھاؤنگا
کیا شمس و قمر ہی میں الجھ جاؤنگا

چشمِ حق بیں سے کام لوں گا اک دن
انّی وجّہت بھی کہوں گا اک دن

ہوں صاحبِ مازاغ کا خادم میں بھی
تیری درگاہ کا ہوں عازم میں بھی

سنتا ہوں ہر اک قدم پہ آہٹ تیری
ہر سجدے میں چومتا ہوں چوکھٹ تیری

آجا چپکے سے میرے آنے والے
چھپ جا آنکھوں میں منھ چھپانے والے

گھر میں مرے اے گھر کے اُجالے آجا
آجا: میرے بلانے والے آجا

آجا تنِ بیجاں میں مرے جاں کی طرح
رہ خانۂ دل میں مرے ایماں کی طرح

تیری ہی طرف لگی ہوئی ہیں آنکھیں
اک بار اُتر آ کبھی قرآں کی طرح

تسکین نہیں پاتی ہیں میری آنکھیں
کیوں چھت سے لگی جاتی ہیں میری آنکھیں

جاں جسم میں آج اجنبی سی کیوں ہے
سارے اعضا میں کپکپی سی کیوں ہے

ہے منتظر، اے دلِ شکستہ کس کا
اے آنکھ تو دیکھتی ہے رستہ کس کا

کیوں جاتا ہے سانس بالا بالا میرا
کیا آنے کو ہے رفیقِ اعلےٰ میرا

آخر مرا وقت آگیا خوب ہوا
وہ آکے مجھے بُلا گیا خوب ہوا

اس موت نما حیات سے ڈرتا ہوں
زندہ ہونیکے واسطے مرتا ہوں

صد شکر کہ مجھ سے میرا پیچھا چھوٹا
تھی جس میں خودی کی مئے وہ ساغر ٹوٹا

اب طائرِ پر بستہ کے پر کھلتے ہیں
ہر خوف میں اُمید کے در کھلتے ہیں

اب تیرگیٔ دیدہ و دل جاتی ہے
وہ موت کی روشنی نظر آتی ہے

کس ناز و ادا سے اب قضا آتی ہے
بیمار کے واسطے شفا آتی ہے

اب آگئی آخری گھڑی راحت کی
صورت نظر آرہی ہے بے صورت کی

جادو نظرے، عشوہ گرے می بینم
بے پردہ جمال دلبرے می بینم

اکنوں کہ بجلوہ گاہِ نازش ہستم
بر ہر سرِ موئے نیشترے می بینم

یاں پیشِ نظر جلوۂ قدوس ہے آج
ناقابلِ احساس بھی محسوس ہے آج

یہ آتا ہے آج کون تقدیس پناہ
ہر جزوِ بدن کہتا ہے سُبحان اللہ

اب نورِ لطیف کا پتہ ملتا ہے
وہ حُسن کے دریا میں کنول کھلتا ہے

دامن میں گُلِ گلشن ہو بھرتا ہوں
ناقابلِ لَمس کو بھی مَس کرتا ہوں

خوشبوئے مسیحا نفسے می آید
اے روح ز تن برو کسے می آید

پیوند نمبر ۱۴

# مُرید شک

تھا رات کا وقت اور اندھیر ہر سو
سناٹے میں آتی تھی صدا ہُو ہُو۔ ہُو

دل نے کہا یہ کون ہے کہنے والا
ہی کون یہاں خلا میں رہنے والا

دروازہ ہے کون کھٹکھٹانے والا
چپکے چپکے ہے کون آنے والا

شک نے یہ کہا ہوا ہے کچھ اور نہیں
آواز یہ کوئی قابل غور نہیں

پھر دل نے کہا یہ نور کیا پھیلا ہے
یہ جلوہ برقِ طور کیا پھیلا ہے

شک نے کہا مہتابی جلائی ہوگی
یاں تک یہ وہی روشنی آئی ہوگی

دل نے کہا آتی ہے یہ خوشبو کسکی
پھیلی ہوئی یہ مہک ہے ہر سو کس کی

شک نے یہ کہا کہ گُل کھلا ہوگا کوئی
آتی ہے دماغ میں یہ خوشبو اُس کی

دل نے کہا سامنے یہ کون آتا ہے
شک بول اُٹھا کہ وہم کا پتلا ہے

بولا ایمان اب مرا کام نہیں
جب شک کے سوا یقین کا نام نہیں

جب نام نہیں نشان سے کیا حاصل
عزت ہی نہیں تو شان سے کیا حاصل

ہے جسم میں جان دل میں ایمان نہیں ایمان نہیں تو جان سے کیا حاصل

پیوند نمبر ۱۵

# اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ

اے مادرِ گیتی! اپنی شاہی لے لے اے کج روش! اپنی کجکلاہی لے لے

لیلے مری موتیوں کی مالا لے لے میں چاند نہیں ہوں اپنا ہالا لے لے

ناچا کروں تال سم پہ آخر کب تک الجھاؤ یہ ہر قدم پہ آخر کب تک

زیور سے مری گلو خلاصی کر دے پیمانۂ جسم سادگی سے بھر دے

لیکر قالین مرگ چھالا دیدے کمبل مجھے ایک کالا کالا دیدے

دل کیوں نہ جلے گا فاقہ دو دیا ہے ملنے دیتے نہیں غریبوں سے مجھے

فرش مخمل پہ پاؤں تھمتا ہی نہیں انساں کا قدم کائی پہ جمتا ہی نہیں

پیراہن کبر چاک ہو جانے دے اس خاک نفس کو خاک ہو جانے دے

جوہر مرا خاک میں چمک جائیگا

پودا یہ زمین میں بھبک جائیگا

پیوند نمبر ۱۶

# ترکِ زینت

نہیں رعایتِ لفظی کی کوئی پابندی
عروسِ نظم نے زیور اُتار ڈالا ہے

نہ اس میں لطفِ زباں ہے نہ شوخیِ بندش
گلے میں سونے کی زنجیر ہے نہ مالا ہے

کلامِ حق کی لطافت فقط صداقت ہے
کہ دل میں صورتِ خنجر اُترنیوالا ہے

بلند ظلمتِ لفظی سے ہے رخِ معنی
کہ جسکو نور کے سانچے میں حق نے ڈھالا ہے

نہیں ہے نظم کو ناز اپنے حسنِ ظاہر پر
کہ ہے لطیف معانی کو بارِ لفظ گراں

کمالِ جوہرِ اصلی دکھا نہیں سکتا
نہاں غلاف میں جبتک ہے خنجرِ براں

زباں کے لطف میں جذباتِ دل ہوئے پامال
ترقیِ مادیت کی ہی روح کا نقصاں

اُصولِ نظم نے محدود کر دیا بالکل
اب اِن حدود سے آگے بڑھے خیال کہاں

زباں کی قید نے کردی عبث زباں بندی
محاوروں کا تکلف ہوا ہی مُہرِ دہاں

کلامِ صدق کو کیا کام ہے تصنع سے
نہیں ہے خانۂ دل کو ضرورتِ درباں

رہیگی فطرتِ آزاد تا کجا پابند
رہیگا پائے قدم تلکے حدوث و نشاں

بطون ہو گیا برباد رسم ظاہر میں | ہوس میں نام کی معدوم ہو گیا نشاں
نظر سے چھپ گیا نور حق اس اجالے میں | ہوئی کمال خودی سے ترقی نقصاں
ہوس نے سونے کی زنجیر پاؤں میں ڈالی | صدائے دوست سلاسل کے شور میں ہے نہاں
سہاگ اجڑے تو میں نو عروس بن جاؤں | گر آنکھ بند کروں باز ہو درِ عرفاں
کفن پہن لوں تو سرمایۂ حیات ملے | بنوں فقیر تو ہاتھ آئے دامن سلطاں
حجاب چہرۂ جاں می شود غبار تنم | حافظ خوشا دمیکہ ازیں چہرہ پردہ برفگنم
چرا نہ در پئے عزم دیارِ خود باشم | ″ چرا نہ خاک کفِ پائے یارِ خود باشم
غم غریبی و غربت چو برنمی تابم | ″ بشہر خود روم و شہر یارِ خود باشم
خودی کا دم بھروں ایجاں جاں ترے ہوتے | مجھے وجود سے اپنے حجاب ہوتا ہے
ہوا ہے عرش نشیں آج خاک کا پتلا | حباب ابھر کے فلک کا جواب ہوتا ہے
بنا ہے قطرۂ ناپاک گوہر شہوار | خیال اصل سے دل آب آب ہوتا ہے
ہر آن ایک نئی شان میں ہے ہر ذرہ | پلک جھپکتے میں یاں انقلاب ہوتا ہے
غریب بھول گیا آج اپنی ہستی کو | چراغ شام کہیں آفتاب ہوتا ہے

نہیں ہے یا دِ یَدُ اللہ فَوقَ اَیدِیھِم | کہ مشتِ خاک بھی گردوں جناب ہوتا ہے
مرے کریم گناہوں سے پاک کردے مجھے | میں تیرا بندۂ ادنیٰ ہوں تو ہے بندہ نواز
بھری ہوئی ہے ہوائے محبتِ دنیا | بلند ہو نہیں سکتی ہے صدق کی آواز
بھری ہوئی ہے خم جسم میں شرابِ خودی | جو نازنین ہو کیوں کر چلیگا راہ نیاز
ہوس تو یہ ہے کہ اڑ کر تری طرف آؤں | غضب تو یہ ہے کہ رکھتا نہیں ہے پر پرواز
مکانِ جاں ہیں تو اے جانِ جاں اگر آئے | تو اپنے دل کو بناؤں گا تیرا پانداز
خودی کا ترک حقیقی خدا پرستی ہے | میں چپ رہوں تو پھر آئیگی یار کی آواز

پیوند نمبر ۱۷

## لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ

چھوڑ دے جھوٹی عبادت چھوڑ دے | سُبحۂ گرداں سے رشتہ توڑ دے
جائیگی کیوں کر بد اعمالی تیری | قول کی حد تک ہے قوالی تیری
کر رہا ہے عمر کیوں اپنی تباہ | خانقہ میں بند ہے کیوں خواہ مخواہ
تیرگی میں کیوں پڑا ہے منہ کے بھل | روشنی میں آ۔ ذرا باہر نکل

طائرِ سدرہ ہے تو شپّر نہیں
قیمتی گو ہر ہے تو، پتھر نہیں

کیوں اندھیرے میں پڑا ہے دیر سے
زندہ سگ بہتر ہے مردہ شیر سے

زندہ در گور اپنے ہاتوں آپ ہے
بے سمجھ! یہ پُن نہیں ہے پاپ ہے

اختیاری جبر سے باہر نکل
اس اندھیری قبر سے باہر نکل

کھول کر دیکھ آنکھ اے خانہ نشیں
جس جگہ سے تو چلا تھا ہے وہیں

رحمتِ باری ہی زحمت کے قریب
ہی محبت اسکی محنت کے قریب

ہے یہی محنت عبادت سے سوا
ہے مشقت خوابِ راحت سے سوا

حتی الامکاں کرلے خدمت خلق کی
رب ہے مستغنی عبادت سے تری

اُٹھ اُتر آ خاک پر پابوس کو
پھینک دے اس خرقۂ سالوس کو

بہر جد و جہد شد تکوینِ ما
نیست رہبانیت اندر دینِ ما

کاہلوں کو مل نہیں سکتا خدا
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

سوزِ دل محبوب کو مرغوب ہے
عود کی جا دل جلے تو خوب ہے

چاک ہے سینہ، تو کچھ پروا نہیں
پھول ہے بیکار، اگر کھلتا نہیں

ہرج کیا، گر تن سراپا داغ ہے
یہ تو اُس کا روح پرور باغ ہے

تن کے خاکی پیرہن پر خاک ڈال
مثل دانہ پھر زمیں سے سر نکال

اس کی رحمت تجھ کو کر دیگی نہال
پھل ریاضت کا لگیگا ڈال ڈال

طاعتِ رسمی سے کچھ حاصل نہیں
جو پسند یار ہو وہ دل نہیں

طاعتِ رسمی سے وہ بیزار ہے
ساز ہو بے سوز تو بیکار ہے

بے محبت، زور چل سکتا نہیں
کام باتوں میں نکل سکتا نہیں

آنکھ سے آنسو بہیں رخ زرد ہو
کھا دوا ایسی کہ جس سے درد ہو

پیچھے پیچھے درد کے دلدار ہے
ایک ہی ٹکر میں بیڑا پار ہے

پیوند نمبر ۱۸

## اِنَّ اللّٰہَ لَطِیفٌ بِالعِبَاد

تسکین کی صورت نظر آتی ہی نہیں
ہر ایک پوچھتا ہے۔ کل کیا ہوگا

گذریگی لحد میں بعد مردن کیونکر
حال اپنا بُرا ہوگا، کہ اچھا ہوگا

میں کیا جانوں، کہ کل کے دن کیا ہوگا
لیکن جو کچھ بھی ہوگا، اچھا ہوگا

کی جس نے یہاں پرورش آخر دم تک
وہاں بھی وہی کارساز اپنا ہوگا

جب آنکھ کھلی اس اجنبی دنیا میں
بچہ گھبراگیا، کہ اب کیا ہوگا

آئی وہیں ماں کے نام کی اک صورت
کیا جانئے اس میں کس کا جلوا ہوگا

یہ کون ہے سینہ سے لگانیوالا
پردیس میں کون ایسا ہمارا ہوگا

کہکر مرے چاند کون لپٹاتا ہے؟
یہ مضغۂ گوشت کسکو پیارا ہوگا

مل جائے گا یوں ہی کوئی ہمدم پس مرگ
بند آنکھوں سے دیدار کسی کا ہوگا

چمکے گا لحد میں شب معراج کا چاند
شمع شبِ اَسریٰ کا اُجالا ہوگا

اک اُمی اِدھر ہے ایک اُمی ہے اُدھر
اِن دونوں میں امتیاز کیا ہوگا

واں اک رحمت تھی یاں بھی اک رحمت ہے
پروردۂ رحمتین کیسا ہوگا

جنت دونوں کے پاؤں کے نیچے ہے
پھر نار سقر سے ہم کو ڈر کیا ہوگا

سردار رسل ہاشمی و مطلبی
پیغمبر بر حق مدنی العربی

جز امتی امتی ورا ذکر نبود
اُمّی وابی فدائے اُمی لقبی

فضل و کرم رب صمد کو دیکھو
کونین میں رحمتِ احد کو دیکھو

دونوں میں محبت کے توازن کیلئے
اَمّان و محمّد کے عدد کو دیکھو

یاں بھی کوئی آئیگا محمّد بنکر
رازِ رحمت سب آشکارا ہوگا

نادان کو یاں مہد میں جس نے پالا
ہمدم وہ لحد میں بھی ہمارا ہوگا

جو حاصلِ مضموں ہے وہی عنواں ہے
واجب ہی میں اک صورتِ امکاں ہے

دنیا ہو کہ دین زندگانی ہو کہ موت
جو یاں ہے وہاں ہے جو وہاں ہے یاں ہے

پیوند نمبر ۱۹

# قبر

جب جان گئی تو جان جاں تک پہنچا
مِل کر مٹی میں آسماں تک پہنچا

ہے مرقد تنگ بطن مادر کی طرح
اس گور میں آرام ملا گھر کی طرح

اس عالمِ فتنہ زا سے روپوش ہوا
جاں بچ کے قبر سے ہم آغوش ہوا

تسکین جگر نے دل نے راحت پائی
تن خانہ بدوشی سے سبکدوش ہوا

یہ گوشۂ تنگ، جائے آسایش ہے
یہ غار، تو ناقابلِ پیمایش ہے

اس کی وسعت بغیر اندازہ ہے
فردوس و سقر کا اک دروازہ ہے

کلبہ ہی کہیں کہیں محل کی صورت
ہر قبر سے پیدا ہے عمل کی صورت

تکمیل عمل کی آخری منزل ہے
محشر کے سمندر کا یہی ساحل ہے

یہ شیشۂ عطر زندگی ہے بالکل
بدبو ہے کسی جگہ، کہیں نکہت گل

مٹی میں ملا ہوا ہے خاکی تپلا
سانچے میں ڈھلا ہوا ہی خاکی تپلا

دنیا والے بُری بھلی کہتے ہیں
ہم تو اِسے یار کی گلی کہتے ہیں

مَر مَر کے لحد میں میں نے جا پائی ہے
یاں تک مجھے تیری ہی کشش لائی ہے

آ، اے مرے منھ چھپانیوالے آجا
خلوت ہے شبِ تار ہے تنہائی ہے

پیوند نمبر ۲۰

# ترقی در تنزل

فریاد مری تا بہ فلک جاتی ہے
ہر آہ میں واہ کی صدا آتی ہے

یاد اس کی فقط شکستہ دل کرتا ہے
یہ جام عجب ہی ٹوٹ کر بھرتا ہے

ہے موج کرم اشک کی طغیانی میں
کھلتا ہے کنول دل کا اسی پانی میں

میرا رونا اسے بہت پیارا ہے
ہر قطرۂ اشک آنکھ کا تارا ہے

خود ہل گیا خاک میں ملا کر مجھکو
کیا فتح ہوئی شکست پا کر مجھکو

پیوند نمبر ۲۱

# رنگ میں بھنگ

موزوں نہیں گر نغمہ، تو فریاد سہی
کچھ بھول گیا ہوں میں، یہی یاد سہی

جب زینت دنیا سے گھر بھر جائے
جب حرص و ہوا کی مئی سے ساغر بھر جائے

احباب بھی ہوں لطف کا ساماں بھی ہو
جب عطر بھی ہو، ڈلی بھی ہو، پان بھی ہو

دلچسپ فضا ہو چاندنی رات بھی ہو
اک ماہ جبیں کے ہاتھ میں ہاتھ بھی ہو

جب ناچ بھی ہو، راگ بھی ہو، رنگ بھی ہو
روئی بھی ہو، چقماق بھی ہو، سنگ بھی ہو

جب اڑتے ہیں قہقہے ہر اک بات کیسا تھ
جب طبلے پہ پڑ رہے ہوں قوال کے ہاتھ

جب ہر دل مردہ شادماں ہو جائے
جب گھر مرا کشتِ زعفراں ہو جائے

جب مجھ کو جہان کے خزانے مل جائیں
سارے عالم کے کارخانے مل جائیں

جب یہ ہو خیال، خاک پر کون چلے
ہو سونے کی اینٹ میرے قدموں کے تلے

قدموں کا نشان نقش تسخیر بنے
جب ہاتھ میں خاک لوں تو اکسیر بنے

میں سونے کی اشرفی کو پائی سمجھوں
فرش مخمل کو محض کائی سمجھوں

جب پھولوں کی سیج پر مجھے نیند نہ آئے
جب میرا دماغ عرش اعلیٰ پر جائے

بدمست کو کر دے باخبر اے مولیٰ
بس یاد دلا دے اسقدر اے مولیٰ

بس اُتنے ہی نشہ میں یہاں چور ہے تو
اصلی آرام سے ابھی دور ہے تو

جب ٹوٹ پڑے پہاڑ غم کا سر پر (۲)
باقی رہے زور جب نہ زور و زر پر

اُسوقت کہ رہنما ہی رہزن ہو جائے
اُسوقت کہ خاص دوست دشمن ہو جائے

تنکے کا غریب کو سہارا نہ ملے
ظلمت کدۂ دہر میں تارا نہ ملے

اعصاب حصار کرب میں گھر جائیں
اُسوقت کہ غم سے پتلیاں پھر جائیں

تکلیف اجل یاد دلا دے مجھ کو
حرف لحد و حشر سنا دے مجھ کو

جب جل اُٹھے غم سے تن کا ذرہ ذرا
قُل نَارُ جَہَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا

کہو، کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ تیز ہے۔

## پیوند نمبر ۲۲

## مُذَبذَبِینَ بَینَ ذٰلِکَ لَا اِلٰی ھٰؤُلَاءِ وَلَا اِلٰی ھٰؤُلَاءِ

کامل نہ جہالت ہے، نہ آگاہی ہے　　کشکول گدائی نہ سرِ شاہی ہے

سر ڈھانکتا ہوں تو پاؤں کھل جاتے ہیں　　کیا جامۂ زندگی کی کوتاہی ہے

لاعلمی کی زیست موت سے بدتر ہے　　ہر سانس میں اک چھپا ہوا خنجر ہے

سانچے میں اجل کے ہر گھڑی ڈھلتی ہے　رباعی　دن رات یہ شمعِ زندگی جلتی ہے

ہے وجہ حیات آمد و رفت نفس　　یا عمر کے حلق پر چھری چلتی ہے

ہر وقت دل ستمزدہ طوف میں ہے　　اک پاؤں اُمید میں ہے اک خوف میں ہے

ہم ٹوٹ ہی سکتے ہیں نہ جڑ سکتے ہیں　　گر سکتے ہیں اکبار نہ اڑ سکتے ہیں

اس دو عملی میں زندگانی ہے تباہ　　لب پر کبھی لَا اِلٰہ کبھی اِلَّا اللہ

منزل ہی نہیں یہاں مسافر کیلئے　　یاں شاخ نشیمن نہیں طائر کیلئے

کہتا ہے ہر اک مقام آگے بڑھئے　　کیجئے نہ کہیں قیام آگے بڑھئے

ہر محفل سے بحال خستہ نکلا　　ہر بزمِ طرب سے دل شکستہ نکلا

منزل ہی نہیں یہاں مسافر کیلئے سمجھا تھا جسے مقام رستہ نکلا

مانند ہوا فضا میں آوارہ ہوں ضدی بچے کا گویا گہوارہ ہوں

آسان ہے بندے سے کرامت ہونا لیکن مشکل ہے استقامت ہونا

ہر آن چلا جاتا ہے ہنسنا رونا ممکن ہی نہیں ہے ایک کروٹ سونا

معجون سرور و دردمندی ہوں میں مجموعہ پستی و بلندی ہوں میں

بیداری و خواب میں مذبذب ہوں میں موت اور حیات سے مرکب ہوں میں

منزل نہیں معلوم مگر چلتا ہوں قالب کی خبر نہیں مگر ڈھلتا ہوں

دل سینے میں بے سبب دہل جاتا ہے چپکے سے کلیجہ کوئی مل جاتا ہے

ہر دم کروٹ دل تپاں لیتا ہے یہ کون جگر میں چٹکیاں لیتا ہے

سوتا ہوں تو چپکے سے جگا دیتا ہے جب جاگ اٹھتا ہوں پھر سلا دیتا ہے

ہنستے کو رلا دیتا ہے چٹکی لے کر روتا ہوں تو پھر ہنس کے ہنسا دیتا ہے

اُسکی میری موافقت مشکل ہے عبد اور رب میں مناسبت مشکل ہے

ہے جس کا کمال کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَان ایسے مالک کی عبدیت مشکل ہے

شکوہ اس کے غضب کا کرتا بھی ہوں | رباعی | ہر سانس میں پھر دم اُس کا بھرتا بھی ہوں
مالک میں مرے مہر بھی ہے قہر بھی ہے | | مرتا بھی ہوں اُس پہ اُس سے ڈرتا بھی ہوں

پیوند نمبر ۲۳

# رُوح و جسم

تخصیص کے اعتبار نے عام کیا
اس نام نے مجھ کو خوب بدنام کیا

ہے نام کے ساتھ ساتھ بدنامی بھی
اظہار میں پختگی کے ہے خامی بھی

جو خاک نشیں رہا وہ انسان ہوا
سمجھا جو انا کو خیرہ شیطان ہوا

گوشِ حسی میں ہے فنا کی آواز
اس جسم کے دم سے ہے انا کی آواز

کس واسطے مشتِ خاک میں دم آیا
جبری سانسوں سے ناک میں دم آیا

تاریکی میں ہوں ہر آن مردے کی طرح
ہے مرقدِ تن میں جان مردے کی طرح

یوسف ہے اگر جان تو زندان ہے تن
رحمان ہے گر روح تو شیطان ہے تن

سچ یہ ہے کہ وجہِ روسیاہی ہے بدن
یونس ہے اگر جان تو ماہی ہے بدن

اب میرے بنائے تو نہیں کچھ بنتا
اقرار ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ

ہیں جسم کے یہ حدود ظلمت کا سبب — ہے ایک مرا نمود ظلمت کا سبب
ہے ارض و سما میں نور ہی نور تمام — ہے صرف مرا وجود ظلمت کا سبب

ہاں روح کی جسم سے بڑی یاری ہے — اس خفتہ نے بیدار کی رہ ماری ہے
ہے عارضِ جاں پہ مادیت کی نقاب — ہے شاہدِ باقی پہ فنا کی جلباب

رباعی

بیداد پہ صیاد کمر بستہ ہے — کس طرح نکل سکوں کہ در بستہ ہے
کہدے کوئی میرے ہمصفیروں سے ذرا — اک طائرِ اوجِ سدرہ پر بستہ ہے

کس جرم پہ دی گئی ہے اس کو تعزیر — کیوں جان کے پاؤں میں ہے تن کی زنجیر
رکھا اس تن نے یار سے دور مجھے — اس قلعہ نے کر لیا ہے محصور مجھے

برباد کیا ہوائے نفسانی نے — مٹی میں ملایا، پیکرِ فانی نے
ہر وقت رگِ گلو پہ خنجر کیوں ہے — فردوس کے دروازہ پہ اژدر کیوں ہے

ہے مانعِ دید جسم پردا بن کر — تن دل میں کھٹک رہا ہے کانٹا بن کر

رباعی

سوزن ہے تمام جسم پر، مو بن کر — تلوار کھنچی ہوئی ہے ابرو بن کر
کس طرح بچاؤں جان اپنی ان سے — اعضا لپٹے ہیں سانپ بچھو بن کر

یہ نفس وہ زخم ہے کہ بھرتا ہی نہیں ۔۔۔ سر اس کا ہزار کچلو مرتا ہی نہیں

اقتضائے جسمانی

چلتا ہوں تو سامنے پہاڑ آتا ہے ۔۔۔ جب دیکھئے تب پردہ آڑ آتا ہے
مایوسی میں ادبدا کے رہ جاتا ہوں ۔۔۔ سیلاب میں حسرتوں کے بہہ جاتا ہوں

تن سدِّ ورِ حبیب بن کر آیا ۔۔۔ یہ جسم مرا رقیب بن کر آیا
تیرے قدموں پہ سر گرے یہ میں دیکھوں؟ ۔۔۔ تجھ کو یہ جسم مس کرے، میں دیکھوں

صورت تری تک رہی ہیں میری آنکھیں ۔۔۔ رباعی ۔۔۔ جلوے سے چمک رہی ہیں میری آنکھیں
تیرے چہرے پہ میری آنکھوں کی نظر ۔۔۔ آنکھوں میں کھٹک رہی ہیں میری آنکھیں

فانی کو ترے حضور میں پیش کروں ۔۔۔ ظلمت دربارِ نور میں پیش کروں
باقی سے ملوں فنا کی صورت لیکر ۔۔۔ ربّ العزت کے آگے، ذلت لیکر؟
اے مادیّت سے دور! تو ہی فرما ۔۔۔ آؤں ترے پاس مادیت لیکر؟

میں بیچ میں فصل ہوں، تماشا تو یہ ہے ۔۔۔ خود مانعِ وصل ہوں، تماشا تو یہ ہے
سرتابقدم ایک تماشا ہوں میں ۔۔۔ رباعی ۔۔۔ معلوم نہیں کون ہوں اور کیا ہوں میں
سنگِ رہِ مقصود ہے ہستی میری ۔۔۔ اپنی صورت پہ آپ پردا ہوں میں

رباعی

خود اپنی ہی دریافت سے یایوس ہوں میں
حیرت ہے کہ خود سے غیر مانوس ہوں میں
ہر چند حواس نے بہت سر مارا
محسوس ہوا کہ غیر محسوس ہوں میں

کیا سے کیا ہو گیا ہوں حیرت یہ ہے
میں آپ میں کھو گیا ہوں حیرت یہ ہے
اس جسم کو کس طرح مٹا دوں یارب
اس فتنہ کو کس طرح سلا دوں یارب
کس طرح میں آپ کو ٹٹولوں یارب
کیونکر ہستی سے ہاتھ دھولوں یارب
مخفی ہے تعین ہی میں اطلاق کا راز
کیونکر گرہ وجود کھولوں یارب

## جواب

اس ہیں کو مٹا کے میری جاں تو کردے
ھُو کہہ کے ہوائے نفس کو چھو کردے
منہ موڑ لے اقتضائے نفسانی سے
اخلاص نہ جوڑ، دشمنِ جانی سے
اس حد سے نکل کہ غیر محدود ہے تو
بُت مادیت کا توڑ محمود ہے تو
بس ایک صدا سنا دے اِلّا اللّٰہ کی
اک ضرب اس پر لگا دے اِلّا اللّٰہ کی
ہے وجہ بقا پیکر فانی کی۔ فنا
جب نفی کی نفی کی تو اثبات ہوا
ہے ابر کی تہ میں ماہ طلعت بھی کوئی
مورت ہے چھپی ہوئی ہے صورت بھی کوئی

دَم سادھے ہوئے رباب میں راگ بھی ہے
اس مادیت کے سنگ میں آگ بھی ہے
یہ خشک شجر سرو سہی تھا پہلے
یہ راکھ کا ڈھیر آگ ہی تھا پہلے
سیپی میں نہاں ہے گوہر یکتا بھی
پوشیدہ اسی جھاگ میں ہے دریا بھی
ہے بادۂ کوثر اسی پیمانے میں
گنج مخفی دبا ہے ویرانے میں
جو نظروں سے دور ہے وہ ہی ہمرہ بھی
ہے پردہ لَا اِلٰہ میں اِلّا اللہ بھی
اِنّا میں گنہ نہیں ہے لِلّٰہ کے ساتھ
تکلیف سفر نہیں ہے ہمراہ کے ساتھ
آئینہ ہے ہر حجاب شاغل کیلئے
وہمی ہے ہر اک شکل عامل کیلئے

# رُباعیّات

اِس اَبر کی تہ میں برق خنداں بھی ہے
یہ گوشۂ تنگ محشرستاں بھی ہے
بجلی سی بھری ہوئی ہے اسکے اندر
یہ تن کا پہاڑ، آتش افشاں بھی ہے

---

بچپن ہی کے پہلو میں جوانی بھی تو ہے
رباعی
باقی ہی کے آغوش میں فانی بھی تو ہے
سمجھے ہو غلط روح جدا۔ جسم جدا
جو برف کی شکل ہے وہ پانی بھی تو ہے

---

اس جسم کی کیچلی میں اک ناگ بھی ہے
آواز شکستہ دل میں اک راگ بھی ہے

بیکار نہیں بنا ہے اک تنکا بھی　　خاموش دیا سلائی میں آگ بھی ہے

---

رباعی

دلبر دل بیقرار میں پنہاں ہے　　آئینہ اسی غبار میں پنہاں ہے
ہے شاہد نور پردۂ ظلمت میں　　بجلی بجلی کے تار میں پنہاں ہے

---

تو خاص رموز حق کا گنجینہ ہے　　اسرار سے لبریز ترا سینہ ہے
مرآۃ جمال پاک ہے روحِ لطیف　　یہ جسم ترا روح کا آئینہ ہے

---

یہ سنگ نشاں ہے منزل وحدت کا　　پیدا نہ ہوا کوئی پھر اس صورت کا
انسان جسے کہتے ہیں دنیا والے　　قدِ آدم ہے آئینہ قدرت کا

---

نورِ رخ دلستاں بدل اندر جو　　درِ مکنوں بدید پائے تر جو
در قالب خاک ہست صد جلوہ پاک　　اے تیرہ دروں شرر بخاک گستر جو

---

میدان عمل میں گامزن ہے حرکت　　خورشید سکوں کی اک کرن ہے حرکت
ہوتی نہیں انتہا بسا کن امجد　　ہے جان مثال حرف تن ہے حرکت

---

پیوند نمبر ۲۴

# غم

غم ہے ترا، تیری یاد کا راس دل میں
آتا جاتا ہی بار بار، اس دل میں
غم، آکے تری یاد دلاتا ہی مجھے
چپکے سے تری طرف بلاتا ہے مجھے

ہر ٹیس میں اک نیا مزہ پاتا ہوں
ہر آہ کے ساتھ ہو بھی کہہ جاتا ہوں
غم کے پردہ میں تو نظر آتا ہے
رباعی
جلتی ہوئی شاخ میں ثمر آتا ہے

ہے زخم جگر میں تیری ہنستی صورت
ہر چوٹ کے ساتھ تو اُبھر آتا ہے
ہے حال مرا بُرا بہت اچھا ہے
جب تو ہے شریک غم تو پھر غم کیا ہے

یہ درد تو، خضر رہنما ہے میرا
از پا افتادگی، عصا ہے میرا
غم رہبر گمرہاں ہے میں مانتا ہوں
غم میں مری بہتری ہے میں جانتا ہوں

ہے رنج کی تہ میں گنج پہچانتا ہوں
ہے عُسر کے ساتھ یُسر میں جانتا ہوں
لیکن اس دل میں صبر کی تاب نہیں
اس گوہر جاں میں ضبط کی آب نہیں
کس طرح دل نرم پہ پتھر رکھوں
سونے کی چھری سینے میں کیونکر رکھوں

تیر ایسی کہ سینے سے لگائے نہ بنے
وہ سنگ گراں ہے کہ اٹھائے نہ بنے

دل میں تری یادگار کیوں کر رکھوں
کس طرح رگ گلو پہ خنجر رکھوں

اک چرکے میں شور الاماں اٹھتا ہے
ہر سانس کے ساتھ اک دھواں اٹھتا ہے

جل جل کے جگر میں خون گھٹ جاتا ہے،
کھنچتی ہیں رگیں دماغ پھٹ جاتا ہے

غم کے پیرایہ میں، اجل آتی ہے
اک پھونک میں شمع عقل بجھ جاتی ہے

غم کی شدت سے دل پگھل جاتا ہے،
صبر و طاقت کا منکا ڈھل جاتا ہے

تکلیف میں رحم کون فرماتا ہے
آنسو بھی تو آنکھ میں نہیں آتا ہے

آنکھوں کے تلے اندھیرا آجاتا ہے
جب غم آتا ہے دم نکل جاتا ہے،

تکلیف میں ڈالتا ہے کیوں غم دیگر
اپریشن کر، کلو را فارم دیگر

خطرے کے خطر سے بےخطر تو کر دے
اس جزر و خبر کو بےخبر تو کر دے

غم کے ہمرہ سکون بھی سمجھا دے
ہر ظاہر کا بطون بھی سمجھا دے

اے حجلہ نشیں! ذرا اٹھا دے پردے
رباعی داماںِ نظر تجلیوں سے بھر دے

ہر ذرہ میں شانِ کبریائی دیکھوں
اس چھوٹی سی آنکھ کو کلا ہیں کر دے

راز حکمت سے سینہ بھر دے پہلے — اسرار سے باخبر تو کر دے پہلے
خواہش یہ نہیں کہ درد رخصت ہو جائے — یہ فکر نہیں کہ دور زحمت ہو جائے
اے رب مجھے صبر دے اگر یہ بھی نہیں — پھر صبر ہی سے صبر عنایت ہو جائے
میں یہ نہیں کہتا کہ نہ دے غم مجھ کو — دے رنج کے ساتھ قلب محکم مجھ کو
مولا! مجھے تکلیف میں لذت مل جائے — حکمت کی ہوا سے غنچۂ دل کھل جائے

## جواب

لاعلمی کے باعث ہی وجودِ تکلیف — ہے تنگیٔ دل وجہ نمودِ تکلیف
ہے درد و اَلم، تری حماقت کا ثمر — تکلیف ہے یہ تری جہالت کا ثمر
کیوں علم کو فرض کر دیا تھا ہم نے؟ — کیوں روزِ ازل عہد لیا تھا ہم نے؟
کس واسطے قرآن اُتارا ہم نے؟ — کیوں راز کیا سب آشکارا ہم نے؟
تیرے لئے میرے بندے بس تیرے لئے — ہر چیز ترے لئے ہی، تو میرے لئے
افسوس، تو اپنے فرض کو بھول گیا — نادان ہوائے نفس سے پھول گیا
کب تو نے تلاش علم کی مردِ خدا — کب تو نے کہا تھا رَبِّ زِدنی عِلماً

ہاں فلسفۂ غم کو سمجھ لے پہلے
اس معنیٔ مبہم کو سمجھ لے پہلے

بینا ہے تو دیکھ غم میں غم کی صورت
ہے قالبِ موت میں ارم کی صورت

غم کے اندر سرور کا پودا ہے
خاکی گملے میں نور کا پودا ہے

ہے رحمتِ حق پشت و پناہ مغموم
آغوشِ خدا ہے خوابگاہِ مغموم

گر عرش کو زلزلہ ہو، حیرت کیا ہے
اللہ ہے منتہائے آہِ مغموم

زلفِ پیچاں کی لہر میں ناگ بھی ہے
دودِ آہِ غریب میں آگ بھی ہے

ہے دل شکن ستار مضراب کی ضرب
ہر چوٹ کے ساتھ اک راگ بھی ہے

دلبر دلِ مضطر میں نظر آئے گا
یہ زخمِ جگر رنگ کبھی لائے گا

ممکن ہے کہ درد ہی دوا ہو جائے
دل خون تو ہو مشک بھی ہو جائے گا

سرمایۂ زندگی ہے کھونے کیلئے
سب جاگ رہے ہیں صرف سونے کیلئے

بے وجہ نہیں ہے سکرۃ الموت امجد
پیتے ہیں شراب مست ہونے کیلئے

کی جاتی ہے گدگدی ہنسانے کیلئے
ڈھاتے ہیں مکان نیا بنانے کیلئے

ہے گرچہ گرانبار حمل کی صورت
دھو دیتی ہے غم آج کا کل کی صورت

غم آئینہ جاں کیلئے صیقل ہے | یہ رنج نہیں مسرت مجمل ہے
تفصیل ہے رنج کی خوشی کی صورت | ہے دل شکنی میں دل کشی کی صورت

رباعی

ہر قطرۂ اشک را بگوہر گیرند | این دیدۂ تر بجام کوثر گیرند
کس چیز شکستہ را نہ گیرد بہ ہیچ | اما دل شکستہ گراں تر گیرند

جز سوز و گداز اے دل سوزاں مطلب | جمعیت دل، دل پریشاں مطلب
خود درد دوائے علت دردی است | چوں درد نصیب تست درماں مطلب

سرنامۂ قرآں کو الم سمجھا ہے | تمہید خوشی کی جسکو غم سمجھا ہے
ہے غم کا وجود بھی مسرت کیلئے | ہے داروئے تلخ صرف صحت کیلئے
صحت کا مزا ملتا ہے آزار کے بعد | اقرار میں اک لطف ہے انکار کے بعد
ہے نور کا انتشار ظلمت کا سبب | ہے تصفیہ زخم عفونت کا سبب
ہوتا نہ اگر غم تو خوشی کیا ہوتی | سب سر جھکتے تو سرکشی کیا ہوتی
شادی کی مسرت دل ناشاد سے ہے | اشیاء کی شناخت صرف اضداد سے ہے
جو دل ہے خدا ترس تپاں رہتا ہے | جو پانی ہے شفاف رواں رہتا ہے

ہے حرف ہجا کا یاد کرنا مشکل — لیکن ہے یہی تو جان علم اے غافل

مخفی ہے شجر جس میں یہ وہ دانہ ہے — بے رنج نہیں خوشی کا پیمانہ ہے

کیوں ڈر کے مرا جاتا ہے نزدیک تو آ — تو اس کے سیہ نقاب سے خوف نہ کھا

اجمال کی پھر بعد میں ہو گی تفصیل — گردن تو جھکا دے صورت اسمٰعیل

ایسی کوئی بات قابل غور نہیں — غم کیا ہے فقط وہم ہے کچھ اور نہیں

جاہل ناداں خوف سے کانپ نہیں — رسی ترے کام کی ہے یہ سانپ نہیں

مورکھ تجھے اتنی بھی تو پہچان نہیں — سایہ ہے ترا جن نہیں شیطان نہیں

آزادی عقل کو جنوں سمجھا ہے — کیفیت قبض کو سکوں سمجھا ہے

کر وہم کو دور اے خیالی بندے — بازیچۂ اطفال ہیں گورکھ دھندے

دامن دُر ہائے معرفت سے بھر لے — شکی انسان یقین پیدا کر لے

دولت سے خوشامد نہ تعریف سے ہے — تکمیل انساں کی صرف تکلیف سے ہے

چلتے ہوئے اک علاج غم بھی سُن لے — دو پھول مرے باغ کرم سے چُن لے

لے صبر و صلوٰۃ سے اعانت ہر دم — اس عالم غم کا ہے غنیمت ہر دم

تکلیف میں میرا نام۔ تو لیکے تو دیکھ
یا رب محمدؐ کی صدا دیکے تو دیکھ
بس دفع یہ سب جنون ہو جائیگا
انشاءاللہ سکون ہو جائیگا

پیوند نمبر ۲۵

# آواز

اپنے نغموں میں تیری لَے سنتا ہوں
میں اپنی صدا پہ آپ سر دھنتا ہوں
اپنی ہی صدا سے مست ہو جاتا ہوں
اپنے افسوں سے آپ سو جاتا ہوں
تا عرش پہنچتی ہے فغاں کی آواز
کس درجہ قوی ہے ناتواں کی آواز
اس کھوکھلی نے میں ہے غنا کی آواز
آتی ہے کہاں سے یہ اَنا کی آواز
کس دردبھری صدا سے چلاتی ہے
کس بَل پہ یہ بانسری غضب ڈھاتی ہے
کیا جانئے کیا گزر رہی ہے دل پر
روتی ہی غریب ہچکیاں لے لے کر
ہر وقت یہ کیوں آہ و فغاں کرتی ہے
جب دیکھئے تب یہ سسکیاں بھرتی ہے
کمبخت کی راگنی ہے دل کش کیسی
اس ہیزم خشک میں یہ آتش کیسی
کس کے منھ سے لگی ہوئی ہے یہ نَے
کیا چیز ہے سوز، راگنی ہے کیا شئے

یہ شعلہ ہر ایک کو جلا دیتا ہے رباعی آواز کا فلسفہ الٰہی کیا ہے؟
آواز سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے آتی ہے کہاں سے اور کہاں جاتی ہے

ہے چار طرف اسی کے اعجاز کا غل ہے سارے جہاں میں صرف آواز کا غل
سارے عالم میں جانِ عالم ہے یہی گانے رونے کا جزوِ اعظم ہے یہی

اس میں کوئی پوشیدہ حقیقت تو نہیں آواز یہ زندگی کی صورت تو نہیں
نغمہ کے ہر ایک سُر پہ سر دھنتا ہوں سُن ہو کے گُلِ گلشن ہو چنتا ہوں

آ آ آ آ کی آ رہی ہے آواز دیکھا نہیں آنکھ سے مگر سنتا ہوں
اس ہستی صامت کو سخن نے مارا مجھ کو تو تری صدائے کُن نے مارا

مجھ میں ہے چھپی ہوئی کوئی نَے تیری رباعی نغموں میں مرے ضرور ہی لَے تیری
صورت سے تو آشنا نہیں ہیں آنکھیں آواز کہیں سُنی ہوئی ہے تیری

## پیوند نمبر ۲۶

# من و تو

کیا عمر مری تمام بیکار گئی؟ کیا سب مری صبح و شام بیکار گئی؟

کیا مفت گذر گئی جوانی میری　　کیا فعل عبث تھی زندگانی میری؟

---

ہرگز نہیں، ایسا تو نہیں ہو سکتا　　اس شہر میں کوئی کچھ نہیں کھو سکتا
ضائع ہوتا نہیں ہے اک تنکا بھی　　بیکار نہیں بنا ہے اک ذرا بھی
باطل کا خیال ہی ہے سارا باطل　　حق یہ ہے کہ مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

رشکِ گہرِ یتیم ہے ہر ذرّہ　　زیرِ اثرِ حکیم ہے - ہر ذرّہ
خورشید بنا ہوا ہے ذرّہ ذرّہ　　حکمت میں ڈھلا ہوا ہے ذرّہ ذرّہ

ذرّہ ذرّہ پہ اقتدار اس کا ہے　　ہر جزو پہ میرے - اختیار اس کا ہے
جائیگا کہاں بھاگ کے بندہ اسکا　　رگ رگ میں پڑا ہوا ہے پھندا اُسکا

یا دستِ ہوا میں بحرِ موّاج ہوں میں　　یا پنجۂ شہباز میں دُرّاج ہوں میں
ہرچند نہیں ہے علم محتاج الیہ　　اتنا تو ضرور ہے کہ محتاج ہوں میں

جھوٹی ہی مری ہے لَنْ تَرَانِی ساری　　حق کے تابع ہے زندگانی ساری
مومن ہے کہ بت پرست سب کا تو ہے　　ہاں ملہم ہر فجور و تقویٰ تو ہے
زیرِ اثرِ بطون، ہر ایک ظاہر ہے　　ہر لمحۂ زندگی پہ تو قادر ہے

ہے صحت بیمار دوا کا باطن ۔ یہ جلوۂ فانی ہے بقا کا باطن
جس طرح بطون تخم ہوتا ہے شجر ۔ یہ عالم ظاہر ہے خدا کا باطن

تکلیف کبھی دی کبھی آرام دیا ۔ تو نے جو چاہا مجھ سے وہ کام لیا
میں کیا کرتا تری مشیت کے سوا ۔ کیا کہہ سکتا تھا جان فدایت کے سوا

رباعی

پابند خیال میری تقریر رہی ۔ آزادی یہ بھی پاؤں میں زنجیر رہی
تھا جتنا خدا کا حکم کوشش کر لی ۔ تدبیر بھی وابستۂ تقدیر رہی

رباعی

تقدیر سے کیا گلہ خدا کی مرضی ۔ جو کچھ بھی ہوا ہوا خدا کی مرضی
امجد ہر بات میں کہاں تک کیوں کیوں ۔ ہر کیوں کی ہے انتہا خدا کی مرضی

رباعی

یہ نافہ مشک ہے کہ خوں ہے کیا ہے ۔ اعجاز ہے سحر ہے فسوں ہی کیا ہے
منہ موت نے بند کر دیا آخر کار ۔ ہم کہتے ہی رہ گئے یہ کیوں ہی کیا ہے؟

میری فطرت میں بندگی ہے تیری ۔ کٹھ پتلی کی طرح زندگی ہے میری
معلوم ہے سب تجھے کہ میں کیسا ہوں ۔ تو نے جیسا بنا دیا ویسا ہوں
معلوم ہے تجھ کو سارا قصہ میرا ۔ مجھ میں کچھ بھی نہیں ہے حصہ میرا

معدوم کو موجود کیا ہے تو نے — پیراہن زندگی سیا ہے تو نے

جامہ تیرا ہے، رنگ بھی تیرا ہے — تو نے مجھے سر سے پاؤں تک گھیرا ہے

اک قطرۂ خون بھی تو نہیں ہے میرا — ہر جزوِ بدن ہی میرا ہے کُل تیرا

ہے روح کے بال و پر میں پرواز تری — اس تن میں بھی آ رہی ہے آواز تری

در دہر من از وجود تو موجودم — گر من گویم زمن توئی مقصودم

ہر آخر کی ہے انتہا اول پر — ہر پیڑ کھڑا ہوا ہے جڑ کے بل پر

تن کے دھوکے میں میں ہوں گا کب تک — تن میں نہیں ہو سکتا نہ ہو تو جب تک

بجتا ہو ستار اور مضراب نہ ہو — پھیلی ہوئی چاندنی ہو مہتاب نہ ہو؟

تن ہو ہی نہیں سکتا، نہ ہو تو جب تک — ممکن ہی نہیں حباب ہو آب نہ ہو

بے ذات وجود سایہ ناممکن ہے — دیوار بغیر پایہ ناممکن ہے

دیوار اگر گرے تو پایہ نکلے — قطرہ کا جگر چیریں تو دریا نکلے

افلاک ہو یا زمیں مرے ساتھ ہی تو — میں جاؤں جہاں کہیں مرے ساتھ ہے تو

اس تن کے لباس میں نمایاں تو ہے — اس پانچوں حواس میں نمایاں تو ہے

ہے پیکرِ فانی میں بقا کی آواز | ہے میری خودی میں بھی خدا کی آواز

رباعی

اے جلوۂ تو غیر مکرر ہر دم | من نقطہ مثالم تو محیطِ اعظم

در عالمِ وصل نسبتِ فرق من و تو | گہہ تو گویم گہے بگویم کہ منم

ابنِ آدم میں آدمیت تو ہے | واللہ کہ اس میں کی حقیقت تو ہے

ہر فعل کا میرے خاص منشا تو ہے | مانندِ دلیل میں ہوں دعویٰ تو ہے

ثابت کرتی ہے تیرا ہونا ہر شئے | میں ہو کے نہیں ہوں تو نہ ہو کر بھی ہے

کہنے کو زبان میں ہوں تقریر ہے تو | تدبیر کی شکل میں ہوں تقدیر ہے تو

میں مثلِ سراب اور تو آبِ لطیف | میں خواب کے مانند ہوں تعبیر ہے تو

## پیوند نمبر ۲۷

## وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ

میں اور ترا انتظار اللہ اللہ | میں اور کروں تجھ کو پیار اللہ اللہ

یہ ہاتھ بڑھے ہیں صرف لینے کیلئے | کیا چیز ہے میرے پاس دینے کیلئے

محتاج فقط دستِ دعا رکھتا ہے | غربت کے سوا غریب کیا رکھتا ہے

غربت بھی ملی ہے سخت مشکل مجھے — غربت ہے عزیز، جان اور دل سے مجھے

غربت کو ترے لئے اٹھا رکھا ہے — تیرے لئے چیتھڑا لگا رکھا ہے

ہے تجکو اگر پسند۔ لے بسم اللہ — ہے تحفہ درد مند۔ لے بسم اللہ

کاشانہ میں میرے تو تو سچ مچ آیا — اللہ غنی۔ تونے کرم فرمایا

کس پیار سے میرے روبرو بیٹھ گیا — اس خاک نشیں کے ساتھ تو بیٹھ گیا

تو اور مرے جھونپڑے میں دم لیتا ہے — اب عرش بھی فرش کے قدم لیتا ہے

رباعی

پہنچا ہے سر عرش مقدر میرا — مرکز پہ ہوا ہے ختم چکر میرا

ہے سارے جہاں کا سر مرے قدموں میں — تیرے قدموں پہ جب سے ہے سر میرا

دل دوں یا جان دوں یا دعا دوں تجھکو — کونین کے بادشاہ کیا دوں تجھکو؟

اک ہدیۂ ناچیز مرا، کرلے قبول — لے جان کے چنگیر سے ایمان کے پھول

بیکس کی ہیں زندگی کے حاصل یہ پھول — شاید ترے ہار کے ہوں قابل یہ پھول

سکتے میں کھڑے ہیں سب مقرب تیرے — مبہوت ہیں دیکھ کے مراتب میرے

کوئی نفرت سے دیکھتا ہے مجھ کو — کوئی حیرت سے دیکھتا ہے مجھ کو

ہوں ذرہ و آفتاب اک جا کیا خوب	اک قطرہ میں ڈوب جائے دریا کیا خوب

جسد م کرم خلیل ہو جاتا ہے	ابن آذر خلیل ہو جاتا ہے

ہر ذرہ پہ فضل کبریا ہوتا ہے	رباعی اک چشم زدن میں کیا سے کیا ہوتا ہے

اصنام دبی زبان سے یہ کہتے ہیں	وہ چاہے تو پتھر بھی خدا ہوتا ہے

پیوند نمبر ۲۸

## اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ

مخفی ہے جماعت میں کرامت ساری	شیر اور شکر سے ہے حلاوت ساری

اک صرف اپنی خوشی نہیں ہو سکتی	اک شخص کی زندگی نہیں ہو سکتی

ہمدردی غیر میں ہے راحت اپنی	ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

بھنگی بیمار ہو تو مشکل پڑ جائے	دھوبی نہ اگر آئے تو کپڑا سڑ جائے

خط کون بنائے جب کہ نائی نہ ملے	موچی نہ ملے تو زیر پائی نہ ملے

ہمدردی غیر میں ہے راحت اپنی	ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

معمار اگر نہ ہو تو گھر کون بنائے	عشرت منزل کا بام و در کون بنائے

دہقان نہو تو کھیت کیونکر ہوگا — جب کھیت نہو، پیٹ پہ پتھر ہوگا

ہمدردی غیر میں ہے راحت اپنی — ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

چمکی ہے فقیروں سے امیری ساری — دنیا میں مریدوں سے ہے پیری ساری

خادم ہی سے ہے نام و نمود مخدوم — خادم ہی کے دم سے ہے وجود مخدوم

ہمدردی غیر میں ہے راحت اپنی — ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

ہر ذرہ کے ہم ہیں زیر بار احسان — اک اک قطرہ ہے جو بار احسان

حیوان و نباتات سب کے ممنون ہیں ہم — ممنون اگر نہیں تو مجنون ہیں ہم

ہمدردی غیر میں ہے راحت اپنی — ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

بیماروں سے جان ہے لقمانی میں — پیاسوں ہی کے دم سے آب ہے پانی میں

میخواروں کے دم سے ہے وجود ساقی — تفصیل بہت ہے قِس عَلَیہِ البَاقی

ہمدردی غیر میں ہے راحت اپنی — ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

اپنا ہی وجود ہے یہ عالم سارا — اپنی ہی نمود ہے یہ عالم سارا

آئینۂ دہر میں ہے رویت اپنی — پتھر کی بھی مورت میں ہے صورت اپنی

ہمدردی غیر میں ہے راحت اپنی　　ہر شخص کی قسمت میں ہے راحت اپنی

ہمراہ کرم حسنِ عمل تلتا ہے　　اِحسان میں باب لطفِ حق کھلتا ہے

ہمدردیٔ غیر میں ہے اپنا بھی بھلا　　کپڑا دھونے سے ہاتھ بھی دھلتا ہے

پیوند نمبر ۲۹

اُن جیسے تھے عالی العدن

عمر بھر لئے اور بیداری

عمر بھر اب تمہارا سوتیں ہیں

سوتیں ہیں ایک بار مزار ہیں

نیکی میں ہر اسوتیں

پیوند نمبر ۲۰

# خاتمہ

شرمِ عصیاں سے جھک گئی ہے گردن
اَللّٰھُمَّ ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْمًا

اب بندہ ترے حضور میں آیا ہے
عاصی دربارِ نور میں آیا ہے

اس مورِ ضعیف کی صدا بھی سن لے
اس بندہ کی آخری دعا بھی سن لے

تو میری دعا کا مدعا ہو جائے
بیمار وجود کو شفا ہو جائے

اس طولِ اَمل کا رشتہ کٹ کر رہ جائے
پھیلی ہوئی زندگی سمٹ کر رہ جائے

پیری سے بدل جائے جوانی میری
وقفِ مردن ہو زندگانی میری

یہ خشک نہال بارور ہو جائے
ہر جزوِ بدن تارِ نظر ہو جائے

دیکھوں جس سمت ایک جلوہ نظر آئے
یہ آئینہ بال آ کے دو ہونے نہ پائے

نقشِ کون و فساد فاسد ہو جائے
محسوس حواسِ خمسہ واحد ہو جائے

ہو جائے ادائے عجز۔ جوہر میرا
قدموں میں ترے پڑا رہے سر میرا

تلوے ترے ملتی رہیں میری آنکھیں
اِن پھولوں سے پھلتی رہیں میری آنکھیں

سو جاؤں تو تیرا ہاتھ ہو سر کے تلے
جب آنکھ کھلے ترے تبسم میں کھلے

دنیا کے عمل میں دین پیدا کر دے
شکّی دل میں یقین پیدا کر دے

سچّے دل سے کروں عبادت تیری
واپس کر دوں تجھے امانت تیری

یہ کہہ کے بدن سے نکلے جان آگاہ
سَمعِی بَصَرِی دَمِی عِظَامِی لِلّٰہِ

میں ہوں کی صدا ہو منتہی یا ہُو پر
ہو خاتمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو پر

## لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ

فطرت پابند ننگ و ناموس نہیں
یاں نقش و نگار پر طاؤس نہیں
ہر اک پیوند دل کا ایک ٹکڑا ہے
اِس خرقہ میں کوئی تارِ سالوس نہیں

تمت

ALLAMA IQBAL LIBRARY
37448